شاعری اور عروض: آہنگ و صوت کے تناظر میں گلگت بلتستان کی اردو شاعری کا مطالعہ

مقالہ برائے ایم۔ فل (اردو)

مقالہ نگار:

نصیر حسین

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

اپریل ۲۰۲۲ء

شاعری اور عروض: آہنگ و صوت کے تناظر میں گلگت بلتستان کی اردو شاعری کا مطالعہ

مقالہ برائے ایم۔ فل (اردو)

مقالہ نگار:

نصیر حسین

یہ مقالہ

ایم۔ فل اردو

کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے لیے پیش کیا گیا

فیکلٹی آف لینگویجز

(اردو زبان وادب)

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

اپریل ۲۰۲۲ء

مقالے کے دفاع اور منظوری کا فارم

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالے کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی لینگویجز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالے کا عنوان: شاعری اور عروض: آہنگ و صوت کے تناظر میں گلگت بلتستان کی اردو شاعری کا مطالعہ

پیش کار: نصیر حسین رجسٹریشن نمبر: 1724/M/U/S19

ماسٹر آف فلاسفی

شعبہ: اردو زبان و ادب

ڈاکٹر ظفر احمد ________________

نگران مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر جمیل اصغر جامی ________________

ڈین فیکلٹی آف لینگویجز

پروفیسر ڈاکٹر عامر اعجاز ________________

پرو ریکٹر اکیڈمکس

تاریخ ________

اقرار نامہ

میں نصیر حسین حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ اس مقالے میں پیش کیا گیا کام میرا ذاتی ہے اور نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد کے ایم۔ فل سکالر کی حیثیت سے ڈاکٹر ظفر احمد کی نگرانی میں کیا گیا ہے۔ میں نے یہ کام کسی اور یونیورسٹی یا ادارے میں ڈگری کے حصول کے لیے پیش نہیں کیا ہے اور نہ آئندہ کروں گا۔

____

نصیر حسین

مقالہ نگار

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

اپریل ۲۰۲۲ء

فہرست ابواب

عنوان	صفحہ نمبر
مقالے کے دفاع اور منظوری کا فارم	iii
اقرار نامہ	iv
فہرست ابواب	v
Abstract	ix
اظہارِ تشکر	x
باب اول: موضوع کا تعارف اور بنیادی مباحث	۱
الف۔ تمہید	۱
i۔ موضوع کا تعارف	۱
ii۔ بیان مسئلہ	۲
iii۔ مقاصد تحقیق	۲
iv۔ تحقیقی سوالات	۲
v۔ نظری دائرہ کار	۳
vi۔ تحقیقی طریقہ کار	۴
vii۔ موضوع پر ماقبل تحقیق	۴
viii۔ تحدید	۴
ix۔ پس منظری مطالعہ	۴
X۔ تحقیق کی اہمیت	۵

ب۔بنیادی مباحث ۶

i. علمِ عروض کیا ہے؟ ۷

ii. علمِ عروض عرب میں ۱۴

iii. علمِ عروض فارس میں ۱۶

iv. علمِ عروض ہندوستان میں ۲۰

حوالہ جات ۲۴

بابِ دوم: گلگت کے منتخب صاحبِ کتاب شعرا کا عروضی مطالعہ ۲۶

ا۔ گلگت: ایک تعارف ۲۶

ب۔ گلگت میں اردو شاعری کا آغاز وارتقا ۲۶

ج۔ عروضی مطالعہ ۲۷

i. خوشی محمد طارق بحوالہ ''خواب کے زینے'' ۲۸

ii. احسان شاہ بحوالہ ''برف کے صحراؤں میں'' ۴۰

iii. امین ضیا بحوالہ ''سروشِ ضیا'' ۴۸

iv. حبیب الرحمٰن مشتاق بحوالہ ''کوئی موجود ہونا چاہتا ہے'' ۶۳

v. اکبر حسین نخوی بحوالہ ''حرفِ رفو'' ۷۰

حوالہ جات ۸۹

بابِ سوم: بلتستان کے منتخب صاحبِ کتاب شعرا کا عروضی مطالعہ ۹۹

ا۔ بلتستان: ایک تعارف ۹۹

ب۔ بلتستان میں اردو شاعری کا آغاز و ارتقا ۹۹

ج۔ عروضی مطالعہ ۱۰۴

i. سید اسد زیدی (مرحوم) بحوالہ ''رنگِ شفق'' ۱۰۴

ii. افضل روش بحوالہ ''دردِ پا'' ۱۱۱

iii. ذیشان مہدی بحوالہ '' نئے خواب کی خواہش'' ۱۲۲

iv. عاشق حسین عاشق بحوالہ ''گمشدہ خواب'' ۱۳۲

v. احسان دانش بحوالہ ''ساحلِ مراد'' ۱۴۱

حوالہ جات ۱۶۲

باب چہارم: گلگت اور بلتستان کے منتخب شعرا کی شاعری کا عروضی تقابل ۱۶۸

ا۔ گلگت کے منتخب شعرا کے عروضی رجحانات وانحرافات، وجوہات ۱۶۸

ب۔ بلتستان کے منتخب شعرا کے عروضی رجحانات وانحرافات، اسباب ۱۸۲

ج۔ گلگت اور بلتستان کے منتخب شعرا کے عروضی اسقام اور ان کی وجوہات ۱۹۶

د۔ گلگت اور بلتستان کے منتخب شعرا کے عروضی اشتراکات وافتراقات اور ان کے اسباب ۲۰۵

حوالہ جات ۲۰۸

باب پنجم: ماحصل: مجموعی جائزہ ، تحقیقی نتائج، سفارشات، کتابیات ۲۱۱

ا۔ مجموعی جائزہ ۲۱۱

ب۔ تحقیقی نتائج ۲۱۵

ج۔سفارشات	۲۱۶
کتابیات	۲۱۸

Abstract

Title: Poetry and Prosody: Study of Urdu Poetry in Gilgit-Baltistan with the Perspective of Meter and Rhythm

Prosody is the primary yardstick for evaluation of poetry. Its significance has been unanimously upheld in Urdu poetic tradition. In Gilgit-Baltistan, Urdu poetry has been profusely produced since the last half century. However, no research has ventured to explicate its artistic, aesthetic and intellectual aspects to date. This thesis has endeavored to examine and assess the prosodic nuances employed by selected Urdu poets of Gilgit-Baltistan.

This thesis comprises five chapters:

- First chapter introduces the subject matter, provides key terms, background literature and existing scholarship on the topic, significance of the research undertaken, research questions and objectives, as well as introduction of prosody and its brief history.
- The second chapter introduces the readers to the region of Gilgit, encapsulates the beginning and evolution of poetic tradition in Gilgit,and introduces Urdu poets of the region followed by a detailed prosodic study of their poetic publications.
- The third chapter presents introduction to Baltistan region, the beginning and development of the tradition of Urdu poetry in the locale, introduction to the poets and an exhaustive study of their published poetic volumes with respect to prosodic standards.
- The fourth chapter entails a comparison of prosodic tendencies, deviations, and shortcomings of the poets of Gilgit-Baltistan, along with the similarities and differences therein.
- The fifth and last chapter covers the overview, findings and recommendations.

اظہارِ تشکر

تمام حمد ہے اس پروردگار کے لیے کہ جس نے قلم سے تعلیم دی اور انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ درود و سلام ہو محمد ﷺ اور ان کی آلؑ پر کہ جو وجہِ تخلیقِ کائنات ہیں۔ صد شکر کہ اس کریم کے کرم سے احقر کا ایم فل مقالہ تکمیل کو پہنچا۔ یہ شعرائے گلگت بلتستان کے عروضی شعور کا ایک جائزہ ہے جس کا مقصد اس خطے کے شعرا کو عصری شعری روایت کے تناظر میں دیکھنے اور ان کو مرکزی ادبی حلقوں میں متعارف کرانے کی ایک سعی ہے۔

بعدِ خداوند میں اپنی زندگی کے سب سے قیمتی اثاثے یعنی والدین کا ممنون ہوں کہ جنھوں نے تمام تر تکالیف اٹھا کر مجھے زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا۔

ایک مشکل موضوع کی تکمیل مہربان اساتذہ کی رہنمائی کے بغیر ممکن نہیں۔ پس میں اپنے مقالے کے نگران ڈاکٹر ظفر احمد صاحب کا از تہہِ دل شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس دشوار راستے کے ہر موڑ پر خضرِ راہ کا کام کیا۔ ان کے مفید مشورے تحقیق کی راہ میں میرے لیے عصا ثابت ہوئے۔

میں اپنے تمام محترم و مکرم اساتذہ کرام ڈاکٹر عابد حسین سیالؔ، ڈاکٹر محمد شفیق انجمؔ، ڈاکٹر نعیم مظہر، ڈاکٹر محمود الحسن، ڈاکٹر نازیہ یونس، ڈاکٹر ارشاد بیگم، ڈاکٹر رخشندہ مراد، ڈاکٹر صائمہ نذیر اور ڈاکٹر صنوبر الطاف کا ممنونِ احسان ہوں کہ ان کی رہنمائی پہلے دن سے میرے شاملِ حال رہی۔

تحقیقی مواد کی جمع آوری میں میرے لیے مدد و معاون ثابت ہونے والے محترم احسان شاہ، حبیب الرحمٰن مشتاق، اکبر نحوی، خوشی محمد طارق، ذیشان مہدی، عاشق حسین عاشق، احسان دانش اور عزیز دوست مصطفیٰ ادیب کا عمقِ قلب سے شکر گزار ہوں۔

حوصلہ افزائی کے لیے محترم طاہر ربانی اور ارشاد حسین صاحب کا بھی خصوصی ممنون ہوں۔

آخر میں بڑے بھائی سفیر حسین کا شکریہ کہ جن کی علمی رہنمائی اور برادرانہ شفقت کا تاحینِ حیات مقروض رہوں گا۔

نصیر حسین (ہاتفؔ علی نصیر)

سکالر ایم فل

باب اول

موضوع کا تعارف اور بنیادی مباحث

الف۔ تمہید

i. موضوع کا تعارف

اس تحقیقی مقالے کا موضوع گلگت بلتستان کے منتخب شعرا کی اردو شاعری کا عروضی مطالعہ ہے۔ علمِ عروض شاعری کی بنیادی کسوٹی ہے اور منظومات کی اساس ہے۔ علمِ عروض ہی صوت و آہنگ کے اصولوں پر مبنی وہ بنیادی پیمانہ ہے جس کی بنا پر کسی شعر کو شعر قرار دیا سکتا ہے۔ علمِ عروض کے موجد خلیل بن احمد الفراہیدی البصری (۷۱۸ءتا۷۹۰ء) قرار دیے جاتے ہیں جنہوں نے ۱۵ بحور ایجاد کیں۔ بعد ازاں سولہویں صدی میں ابوالحسن اخفش نے ایک بحر ایجاد کی اور تین بحریں اہلِ فارس نے بنائیں۔ فارسی کے اثر سے یہی بحریں اردو میں در آئیں اور کہیں سالم اور کہیں مزاحف صورت میں اردو شعری روایت میں انہی کا چلن ملتا ہے۔ ہر دور میں کچھ نہ کچھ عروضی تجربات بھی ہوتے رہے ہیں لیکن یہ تجربات بھی علمِ عروض کے انہی بنیادی نظریات اور قواعد سے زیادہ باہر نہیں جاتے۔ اس علم کی حیثیت ہر دور میں مسلم رہی ہے۔ مشاہیرِ اردو کے ہاں علمِ عروض کے مباحث کثرت سے دستیاب ہیں جن کا سراغ ان کی تصانیف اور خطوط وغیرہ میں ملتا ہے۔ گلگت بلتستان پاکستان کا ایک پسماندہ اور دور افتادہ مقام ہونے کے باوجود اردو شاعری کے لیے ایک زرخیز خطہ ثابت ہو رہا ہے۔ اہلِ زبان نہ ہونے اور اردو زبان سے گہری واقفیت نہ ہونے کے باجود وہاں کے شعرا نے اردو زبان کو ذریعہ اظہار بنایا ہے اور نصف صدی سے زائد عرصے پر محیط اردو شعر و ادب کا ایک بڑا ذخیرہ مطبوعہ صورت میں دستیاب ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پسماندہ علاقے کی اردو شعری روایت کو علمِ عروض کی میزان پر پرکھ کر یہ جانچا جائے کہ یہاں کے شعرا، شعری اساس سمجھے جانے والے اس پیمانے سے کتنی واقفیت رکھتے ہیں اور اسے کتنی اہمیت دیتے ہیں، اور ان کا کلام کہاں تک اس پیمانے پر پورا اترتا ہے۔ اس حوالے

سے گلگت بلتستان کے شعرا کے ہاں عروضی انحرافات، استقام اور تجربات کا جائزہ لینے اور ان کی وجوہات دریافت کرنے کے متعلق ایک تحقیقی کاوش کی گئی ہے۔

ii. بیانِ مسئلہ

علمِ عروض اگرچہ شاعری کی جانچ پرکھ کا اساسی پیمانہ ہے مگر شعرا بعض اوقات سہواً اور کئی دفعہ جان بوجھ کر تجرباتی سطح پر اس سے انحراف بھی کرتے ہیں۔ اسی طرح فطری متنوع المزاجی کے باعث مختلف شعرا کے ہاں مختلف بحور پسندیدہ ٹھہرتی ہیں۔ اس تحقیقی مقالے کا مقصد گلگت بلتستان کی اردو شعری روایت سے جڑے منتخب شعرا کا عروضی شعور، شاعری کے مجموعی وانفرادی استقام وانحرافات اور پسندیدگی کا تفصیلی سراغ لگانا تھا تاکہ اس روایت سے جڑے منتخب شعرا کا عروضی سطح پر معیار جانچا جاسکے۔

iii. مقاصدِ تحقیق

علمِ عروض شاعری کی ایک ایسی اساس ہے کہ شعرا شعوری اور لاشعوری طور پر اس کی پابندی کرتے ہیں۔ علمِ عروض سے واقفیت ایک شاعر کی نیرنگی اور قادر الکلامی کے لیے ضروری سمجھی جاتی ہے۔ اس تحقیقی مقالے کے مقاصد درجہ ذیل تھے:

۱۔ گلگت بلتستان کے منتخب شعرا کا عروضی معیار پرکھنا، ان کے عروضی شعور کا جائزہ لینا اور شعری روایت میں علمِ عروض کی اہمیت کا مطالعہ کرنا۔

۲۔ گلگت بلتستان کے منتخب شعراء کے ہاں عروضی تجربات اور استقام کا تجزیہ کرنا۔

۳۔ گلگت بلتستان کے منتخب شعراء کی شاعری میں زیادہ و کم مستعمل بحور کی نشاندہی اور اسباب تلاش کرنا۔

iv. تحقیقی سوالات

۱۔ گلگت بلتستان کے منتخب شعرا کا عروضی شعور کیسا ہے اور وہ اسے کتنی اہمیت دیتے ہیں؟

۲۔ گلگت بلتستان کے منتخب شعرا کے ہاں عروضی تجربات اور اسقام کی نوعیت کیا ہے؟

۳۔ گلگت بلتستان کے منتخب شعرا کی شاعری میں زیادہ و کم مستعمل بحور کے علل و اسباب کیا ہیں؟

V. نظری دائرہ کار

علمِ عروض خلیل بن احمد کی ایجاد قرار دی جاتی ہے جنھوں نے آہنگ اور صوت کی بنیاد پر دس افاعیل (ارکانِ عشرہ) کی تکرار اور باہمی ترکیب سے پندرہ بحریں قائم کیں۔اس کے بعد ابوالحسن اخفش، یوسف نیشاپوری اور بزر جمہر نے ایک بحر قائم کی جب کہ ایک بحر کے موجد کا نام معلوم نہیں ہے۔اس طرح یہ انیس (۱۹) بحریں بتائی جاتی ہیں جو سالم اور مزاحف صورتوں میں رائج ہیں۔یہ علمِ عروض کے ابتدائی اور بنیادی ماخذ ہیں۔اردو میں اس حوالے سے اولین اور مستند ترین کتابوں میں حکیم نجم الغنی رامپوری کی ''بحر الفصاحت'' اور یاس یگانہ چنگیزی کی ''چراغِ سخن'' شامل ہیں جب کہ عظمت اللہ خان کی کتاب ''سُریلے بول'' ہندی پنگل کی مدد سے جدید اردو علمِ عروض کی تشکیل کا ایک اہم تجربہ ہے۔اول الذکر دونوں مصنفین نے علمِ عروض کے بنیادی مباحث اور اردو شاعری میں مستعملہ سالم و مزاحف بحور پر استاد شعرا کے اشعار کی مثالوں کے ساتھ مفصل روشنی ڈالی ہے جب کہ عظمت اللہ خان نے اردو شاعری کے لیے بہتر صوتی آہنگ عربی عروض کی بجائے ہندی پنگل کو قرار دینے کی سعی کی ہے۔اس تحقیقی مقالے کا دائرہ کار موخر الذکر تینوں تصانیف میں مذکور تمام بحور، ان کی مزاحف صورتوں اور انھی کے نظریات پر مشتمل ہے۔اور اسی نظری دائرہ کار کے تحت گلگت بلتستان کی منتخب اردو شاعری کا عروضی مطالعہ کیا گیا ہے۔

سوزن بیسنیٹ (Comparative Literature:A Critical Introduction)

(Susan Bassnett) کی کتاب کو، جو تقابلی مطالعے کا ایک معتبر حوالہ ہے اور جس کا ترجمہ توحید عالم نے ''تقابلی ادب ایک تنقیدی جائزہ'' کے نام سے کیا ہے، اس مقالے میں تقابلی مطالعے کے لیے اساس بنایا گیا ہے۔

vi. تحقیقی طریقہ کار

مجوزہ تحقیقی مقالے کی تکمیل کے لیے گلگت بلتستان کے منتخب اردو شعرا کے عروضی مطالعے اور ان میں موجود اسقام،انحرافات و تجربات اوران کے اسباب وعوامل کے تجزیے میں استقرائی واستخراجی طریقہ کار اپنایا گیا ہے۔

vii. مجوزہ موضوع پر ما قبل تحقیق

گلگت بلتستان کے شعرا کا، شعری آہنگ کے حوالے سے اس سے قبل کوئی مطالعہ نہیں کیا گیا۔ میرا موضوع اپنی نوعیت کا نیا موضوع ہے۔البتہ اس سے قبل مختلف مشاہیر اردو کے عروضی مطالعے ہو چکے ہیں جن میں ''کلامِ فیض کا عروضی مطالعہ ''از شفق سو پوری ،''غزلیاتِ غالب کا عروضی مطالعہ ''از صغیر النساء بیگم اور مقتدرہ قومی زبان سے چھپنے والی ڈاکٹر عظیم الرحمان کی کتاب ''علمِ عروض اور اردو شاعری'' وغیرہ شامل ہیں۔

viii. موضوع کی تحدید

اس مقالے کی تحقیق کا دائرہ کار صرف گلگت بلتستان کی اردو شاعری کے عروضی مطالعے تک محدود ہے جس میں گلگت بلتستان کے دس منتخب صاحبِ کتاب اردو شعرا کی جملہ شعری اصناف کا عروضی تجزیہ کیا گیا ہے ۔اس انتخاب کی بنیاد گلگت بلتستان کے جغرافیے کے ساتھ ساتھ صاحبِ کتاب شعراء کی علمی و عوامی حلقوں میں مقبولیت پر بھی رکھی گئی ہے۔

ix. پس منظری مطالعہ

گلگت بلتستان کے شعرا کے کلام پر چند تحقیقاتی مقالے لکھے جا چکے ہیں جن میں :۔

ا۔ محمد حسن حسرت کی کتاب ''تاریخِ ادبیاتِ بلتستان '' کے عنوان سے ۱۹۹۲ء میں کتاب شائع ہوئی۔اس کتاب میں بلتستان کے مقامی ادب کی تاریخ،بلتی زبان کے شعراء کا تعارف اور نمونہ کلام شامل ہے۔ ۱۹۹۲ء کے بعد کے شعراء کا تعارف اور نمونۂ کلام اس کتاب میں شامل نہیں۔

۲۔ شیر باز علی خان برچہ نے ایک کتاب "تذکرۂ اہلِ قلم و شعرائے گلگت" کے عنوان سے ۱۹۹۸ء میں شائع کی۔اس کتاب میں گلگت کے اہل قلم اور صرف بزرگ شعراء کا تعارف اور نمونہ کلام شامل ہے۔

۳۔ڈاکٹر ممتاز منگلوری کی کتاب "مختصر تاریخِ زبان وادب گلگت بلتستان "مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد سے ۲۰۰۵ء میں شائع ہوئی۔اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے گلگت بلتستان کے مقامی زبان وادب اور تاریخ کا مختصر جائزہ پیش کیا ہے۔

اس کے علاوہ درجہ ذیل جامعاتی تحقیقی مقالے بھی لکھے جا چکے ہیں:۔

۴۔"شمالی علاقہ جات میں اردو زبان وادب" کے عنوان سے ڈاکٹر عظمیٰ سلیم نے اپنی پی ایچ ڈی اردو کا مقالہ ۲۰۰۲ء میں مکمل کیا۔اس مقالے میں شمالی علاقہ جات یعنی موجودہ گلگت بلتستان میں آزادی سے لے کر ۲۰۰۲ء تک کے زبان وادب کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے۔

۵۔"گلگت بلتستان میں اردو شاعری، تجزیاتی مطالعہ" کے عنوان سے عابد حسین نے ایم۔فل کا مقالہ ۲۰۱۶ء میں مکمل کیا۔اس مقالے میں گلگت بلتستان کی اردو شاعری کو چار ادوار میں تقسیم کر کے گلگت بلتستان میں اردو شاعری کے آغاز وارتقاء کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔

یہ تمام تحقیقی مقالے تعارفی نوعیت کے ہیں جن میں گلگت بلتستان کی اردو شعری روایت کا اجمالی سا جائزہ لیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا تمام کتب میں گلگت بلتستان کی شاعری پر فکری وفنی حوالے سے کوئی تنقید نہیں ملتی۔اس کے علاوہ عروضی حوالے سے بھی ابھی تک یہاں کے کسی شاعر پر کوئی تحقیق نہیں کی گئی ہے۔اس تناظر میں یہ تحقیق ایک منفرد حیثیت رکھتی ہے۔تاہم اردو کے بہت سے دیگر شعرا کے عروضی مطالعے ہو چکے ہیں جن کا مطالعہ کیا گیا ہے اوران سے خاطر خواہ مدد بھی لی گئی ہے۔

x. تحقیق کی اہمیت

عروضی مطالعہ کسی بھی شاعر کی قادرالکلامی، نیرنگی اور فنِ شعری پر گرفت کا تعین کرتا ہے۔اس ضمن میں گلگت بلتستان کے شعرا کے عروضی شعور، رجحانات، دائرہ کار اور تجربات پر کسی قسم کی تحقیق سامنے نہیں آئی، لہٰذا یہ تحقیق گلگت بلتستان کی اردو شاعری پر انوکھی اور اپنی نوعیت کی پہلی تحقیق ہے جس سے نہ صرف عروضی حوالے سے اس علاقے کی شاعری کا رجحان

واضح ہوگا بلکہ اس تحقیق کے نتیجے میں گلگت بلتستان کی اردو شاعری گمنامی کے دور سے باہر کی طرف ایک مثبت سفر کا آغاز بھی کر پائے گی۔ نیز یہ تحقیق مزید نئے محققوں کی توجہ کا باعث بنے گی جس سے مزید تحقیقی دروازے وا ہونگے۔

علمِ عروض ہی وہ بنیاد ہے جس پہ اردو کی شعری روایت قائم ہے تاہم اس علم کی پیچیدگی اور اردو ادب و شاعری میں جدت پسندی کے باعث یہ علمی و ادبی ورثہ پہلے جیسی پذیرائی نہیں رکھتا اور نوجوان ادبا و شعرا، اردو ادب کے طالب علم اور ادب کا ذوق رکھنے والے عام افراد اس علم سے بیگانگی کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ تحقیق اس بنیادی روایت کو تازہ کرنے میں ادنیٰ سا کردار بھی ادا کرے گی۔

ب۔بنیادی مباحث

زبان انسان کے جذبات واحساسات کی ترسیل کا بنیادی وسیلہ ہے۔اور اسی وسیلے کے ذریعے انسان ایک معاشرہ قائم کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔انسان نے اس زبان کے مختلف اسالیب تراشے ہیں تاکہ اس کا مافی الضمیر پوری تاثیر اور شدت کے ساتھ دوسروں تک پہنچ سکے۔ مختلف زبانوں میں ان اسالیب کی نوعیت بھی مختلف ہے۔ انہی میں سے ایک اسلوب شاعری ہے۔ دنیا کی ہر زبان میں شاعری نرم و نازک احساسات سے لیکر عمیق افکار تک کا ذریعۂ اظہار رہی ہے۔ انسان نے جہاں شاعری تخلیق کی وہیں اس کی کچھ مبادیات، شعریات اور پیمانے بھی تخلیق کیے تاکہ شاعری یا کلامِ موزوں کو دیگر اسالیبِ زبان سے ممیز کیا جاسکے۔ یہ پیمانے فنی و فکری ہر دو سطح کے ہیں۔ سب سے بنیادی پیمانہ جو شعر کو غیر شعر سے جدا کرتا ہے عربی زبان میں ''عروض'' کہلاتا ہے۔ یہی پیمانہ عربی، فارسی سے ہوتے ہوئے اردو میں درآیا اور آج بھی شاعری کی بنیاد ہے۔

اردو میں ابتدا سے اس کی پاسداری کی جاتی رہی ہے اور شعر کی موزونیت و غیر موزونیت کو ہمیشہ اسی پیمانے پر جانچا گیا ہے۔

سب سے پہلے عروض کا تعارف اور اس کی تاریخ کا مختصر جائزہ پیش ہیں۔

I. علمِ عروض کیا ہے؟

زبان مختلف اصوات کے ارتباط سے متشکل ہوتی ہے اور ان اصوات کے کسی خاص آہنگ میں ربط سے شعر تشکیل پاتا ہے۔ لہٰذا مطالعۂ شعر دراصل مختلف اصوات کے مخصوص آہنگ میں طے پانے والے اتصال کے مطالعے کا نام ہے جسے علمِ عروض کہا جاتا ہے۔ پس ہم علمِ عروض کو کسی بھی شعر کی صحت جانچنے کا بنیادی پیمانہ کہہ سکتے ہیں۔

علمِ عروض شعر کی موزونیت پرکھنے کا سائنسی سا طریقہ کار ہے جو شعر کے آہنگ کی باطنی ساخت یعنی وزن و بحر وغیرہ کے متعلق معلومات فراہم کرتا ہے۔ اسی علم کے توسط سے شعری آہنگ میں پیش آنے والے اسقام، انحرافات و تجربات کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ جسے عروضی مطالعہ کا نام دیا جاتا ہے۔

علمِ عروض دراصل عربوں کی ایجاد ہے جو اسلام کے ساتھ ساتھ فارس پہنچا اور فارسی اثرات جذب کرتے کرتے ہندوستان وارد ہوا۔ یوں ہمارا اردو علم عروض عرب و عجم کی تخلیق کا امتزاج ہے۔

انگریزی میں شعری آہنگ کا نظام اتنا پیچیدہ نہیں جتنا اردو کا ہے۔ اسے prosody کہتے ہیں۔ ہندی عروض کو پنگل اور سنسکرت کا شعری نظامِ آہنگ چھند شاستر کہلاتا ہے۔

مستند لغات میں لفظِ عروض کے تلفظ اور معانی کچھ یوں دیے گئے ہیں۔

فرہنگِ آصفیہ:

''عَروض اسم مذکر مکہ معظمہ کا نام، بیت اللہ، کعبۃ اللہ، کعبہ، وہ علم جس سے بحورِ اشعار کے وزن معلوم ہوتے ہیں۔ چونکہ خلیل بن احمد کو کعبۃ اللہ میں اس علم کا الہام ہوا تھا۔ اس وجہ سے تیمناً و تبرکاً یہ نام رکھا گیا۔ ہر بیت کے مصرعۂ اول کے جزوِ اخیر کا نام''(۱)

فرہنگِ عامرہ:

''عروض شعر وزن کرنے کا علم مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ، جانب، برابر، معنی سخن''(۲)

فرہنگِ تلفظ:

''عروض ف، ت، ''ع''۔اسم مذکر، علم شعر گوئی، نظم نگاری کے مدوّن اصول و بحور قوافی کا علم''(۳)

فیروز اللغات (اردو جامع):

''عروض (ع۔رُوض) [ع] مذکر: مکہ معظمہ، کعبہ، وہ علم جس سے نظم کے قواعد معلوم ہوتے ہیں۔ شعر کے پہلے مصرعے کا آخری جزو''(۴)

Oxford dictionary of literary terms:

" prosody [pros-odi],the systematic study of versification ,covering the principal of metre , rhythm ,rhyme"(۵)

علمِ عروض کی وجہ تسمیہ کے حوالے سے علماء کے مختلف اقوال ملتے ہیں۔اس علم کو اس لیے عروض کہا گیا کیونکہ اس کا ظہور مکہ میں ہوا، کسی نے یہ وجہ بتائی کہ اسے عروض اس لیے کہتے ہیں کہ اس پر شعر عرض کیا جاتا ہے۔ کسی نے شعر کے مصرعہَ دوم کے لفظِ آخر کے ہم معنی ہونے کو اس کے نام کی تعبیر قرار دیا۔ کسی نے اس علم کے دقیق ہونے کی وجہ سے اسے گھاٹی کے سنگلاخ راستے سے جوڑا۔ الغرض علمِ عروض کی وجہ تسمیہ کی کئی تعبیریں مل جاتی ہیں۔

علماء نے اس کے جو اصطلاحی معنی بتائے ہیں ان میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:۔

مولوی نجم الغنی رامپوری:

''عقلا نے چند قاعدے مقرر کیے ہیں کہ ان سے وزنِ شعری کی صحت و سقم دریافت ہو جائے۔اس علم کا نام عروض ہے۔ عین کے فتح کے ساتھ''(۶)

مرزا یاس عظیم آبادی:

''عروض اس علم کو کہتے ہیں جس سے کلامِ موزوں و غیر موزوں (نظم و نثر) میں فرق کیا جاتا ہے۔ ہر شاعر کو (خواہ وہ فطرتاً موزوں طبع ہو یا نہ ہو) اس علم کے جاننے کی ضرورت ہے''(۷)

امام بخش صہبائی:

'' شعر کے وزن میں کبھی غلطی واقع ہو جاتی ہے۔ اس واسطے عقلا نے چند قاعدے مقرر کیے ہیں کہ اس سے شعر کا موزوں اور ناموزوں ہونا معلوم ہو جاوے۔ ان کا نام عروض ہے''(۸)

سید غلام حسین قدر بلگرامی:

''عروض بہ فتحۂ اول وہ علم ہے جس سے احاطۂ اوزان و تناسب و تخالف باہمی اور تصرفاتِ پسندیدہ و ناپسندیدہ دریافت ہوئے ہیں اور نظم و نثر کا فرق جس میں اہلِ ذوق عاجز ہیں، اس صناعت سے معلوم ہو جاتا ہے''(۹)

پنڈت رتن پنڈوری:

''لفظ عروض کی ترکیب میں عین و را و ضاد موجود ہے جس کے معنی ظہور کے ہیں چونکہ اس علم سے وزنِ صحیح کا فرق ظہور پذیر ہوتا ہے اس لیے عروض کے نام سے موسوم ہوا''(۱۰)

عروض کی مبادیات:

علمِ عروض کی مبادیات حرکت اور سکون کے توازن پر ہیں۔ متحرک اور ساکن حروف کا ارتباط بہت سے طریقوں سے ممکن ہے ان ممکنہ صورتوں کی مدد سے عروض کا بنیادی اصول وضع ہوا جسے اصولِ سہ گانہ کہا جاتا ہے۔ اصولِ سہ گانہ میں اسباب، اوتاد اور فاصلے شامل ہیں جن کی مزید دو دو اقسام بتائی گئی ہیں۔ اس اصول میں کم سے کم دو حرفی الفاظ شامل ہیں۔ ایک حرف متحرک ہجائے کوتاہ کہلاتا ہے جب کہ ایک حرفِ متحرک اور ایک حرفِ ساکن کا مجموعہ ہجائے بلند کے نام سے موسوم ہے۔ اصولِ سہ گانہ کا اختصار درج ذیل ہے:۔

اسباب:

سبب دو حروف پر مشتمل ہوتا ہے۔اگر پہلا حرف متحرک اور دوسرا ساکن ہو تو اسے سببِ خفیف کہا جاتا ہے۔اور اگر دونوں ہی متحرک ہوں تو وہ سببِ ثقیل کہلاتا ہے۔اردو میں ایسا صرف فارسی تراکیب کی بدولت ہی ممکن ہے۔

اوتاد:

وتد سہ حرفی ہوتا ہے۔اور اگر پہلے دو حروف متواتر متحرک ہوں اور تیسرا ساکن تو اسے وتدِ مجموع کہا جائے گا اور اگر ساکن درمیان میں واقع ہو اور پہلا اور آخری حرف متحرک ہو تو اسے وتدِ مفروق کہا جائے گا۔یہ وتد بھی صرف فارسی تراکیب کی صورت میں ہی ممکن ہے۔

فاصلے:

فاصلے بھی دو طرح کے ہوتے ہیں۔فاصلہ صغریٰ میں چار حروف ہوتے ہیں اور پہلے تین حروف متحرک ہوتے جب کہ آخری حرف ساکن ہوتا ہے۔فاصلہ کبریٰ پانچ حرفی ہوتا ہے اور پہلے چار متحرک حروف کے بعد پانچواں ساکن ہوتا ہے۔

ان تین اصولوں کی بنیاد پر خلیل بن احمد (۷۱۸ء،۷۹۰ء) نے عروضی میزان قائم کی اور دس افاعیل بنائے جنہیں ارکانِ عشرہ کہا جاتا ہے۔ارکان عشرہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

فعولن: وتدِ مجموع اور سببِ خفیف

فاعلن: سببِ خفیف اور وتدِ مجموع

مفاعیلن: وتدِ مجموع، سببِ خفیف، سببِ خفیف

فاعلاتن (متصل): سببِ خفیف، وتدِ مجموع اور سببِ خفیف

فاعلاتن(منفصل): وتدِ مفروق، سببِ خفیف، سببِ خفیف

مستفعلن (متصل): سببِ خفیف، سببِ خفیف اور وتدِ مجموع

مس تفعِ لن (منفصل): سببِ خفیف، وتدِ مفروق، سببِ خفیف

مفعولاتُ: سببِ خفیف، سببِ خفیف اور وتدِ مفروق

متفاعلن: فاصلہ ٔصغریٰ اور وتدِ مجموع

مفاعلتن : وتدِمجموع اور فاصلہ ٔصغریٰ

ان ارکانِ عشرہ کی مدد سے خلیل نے پندرہ بحریں بنائیں۔ان میں سے چھے بحریں مفرد ہیں یعنی ایک ہی رکن کی تکرار سے حاصل ہوتی ہیں۔ جبکہ باقی نو بحور مرکب ہیں یعنی دو ارکان کے ملنے سے بنتی ہیں۔ان میں سے چار کے علاوہ باقی سب مسدس صورت میں ہیں جن میں سے بہت ساری بعد میں اہلِ عجم نے مثمن بناڈالیں۔ خلیل کی وضع کردہ بحریں اور دائرے درج ذیل ہیں:۔

مفرد بحور:

۱۔متقارب:	فعولن ہر مصرعے میں چار بار،	مثمن وزن
۲۔ہزج:	مفاعیلن ہر مصرعے میں تین بار،	مسدس وزن
۳۔رمل:	فاعلاتن ہر مصرعے میں تین بار،	مسدس وزن
۴۔رجز:	مستفعلن ہر مصرعے میں تین بار،	مسدس وزن
۵۔کامل:	متفاعلن ہر مصرعے میں تین بار،	مسدس وزن
۶۔وافر:	مفاعلتن ہر مصرعے میں تین بار،	مسدس وزن

مرکب بحور:

۱۔ طویل:	فعولن مفاعیلن ہر مصرعے میں دو مرتبہ	مثمن وزن
۲۔ مضارع:	مفاعیلن فاعلاتن ہر مصرعے میں دو مرتبہ	مثمن وزن
۳۔ مدید:	فاعلاتن فاعلن ہر مصرعے میں دو مرتبہ	مثمن وزن
۴۔ خفیف:	فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن ہر مصرعے میں ایک مرتبہ	مسدس وزن
۵۔ مجتث:	مستفعلن فاعلاتن ہر مصرعے میں دو مرتبہ	مثمن وزن
۶۔ سریع:	مستفعلن مستفعلن مفعولات ہر مصرعے میں ایک مرتبہ	مسدس وزن
۷۔ بسیط:	مستفعلن فاعلن ہر مصرعے میں دو مرتبہ	مثمن وزن
۸۔ منسرح:	مستفعلن مفعولاتُ ہر مصرعے میں دو مرتبہ	مثمن وزن
۹۔ مقتضب:	مفعولات مستفعلن ہر مصرعے میں دو مرتبہ	مثمن وزن

خلیل بن احمد نے یہ پندرہ بحور پانچ عروضی دائروں سے استخراج کیں جن کا ذکر درج ذیل ہے:۔

۱۔ دائرہ مجتلبہ سے ہزج، رجز اور رمل

۲۔ دائرہ موتلفہ سے وافر اور کامل

۳۔ دائرہ مشتبہ سے سریع، منسرح، خفیف، مجتس، مضارع اور مقتضب

۴۔ دائرہ مختلفہ سے طویل مدید اور بسیط

۵۔دائرہ منفردہ سے تقارب یا متقارب

اس کے بعد مشہور عربی نحودان مولانا ابوالحسن اخفش (م ۲۲۱ھ) نے خلیل کے دائرہ منفردہ سے مزید ایک بحر کا استخراج کر کے متدارک کے نام سے موسوم کیا۔ یہ بحر مثمن ہے چونکہ ایک اور بحر کے استخراج کی وجہ سے دائرہ کا نام منفردہ مناسب نہ رہالٰہذا اسے متفقہ کا نام دیا۔

اسلام کے ساتھ ساتھ فارس میں عربی علم وادب کا پرچار بھی ہوااور جب علمِ عروض وہاں پہنچاتو فارسیوں نے اپنی زبان و تہذیب کے مزاج کے مطابق اس میں کچھ تبدیلیاں کیں۔ سریع اور خفیف کے سوا تمام بحروں کو مسدس سے مثمن بنا ڈالا۔ جو بحور مزاج سے مطابقت نہ کھاتی تھیں انھیں ترک کر دیا۔ جیسے بحرِ طویل، وافر، مدید اور بسیط وغیرہ

اہلِ فارس نے تین نئ بحور بھی تخلیق کیں۔ جیسے بحر غریب یا بحر جدید جس کے موجد کا نام بزر جمہر بتایا جاتا ہے۔ بحر مشاکل کے خالق کا نام معلوم نہیں ہے۔ جب کہ مولانا محمد یوسف نیشاپوری کو بحر قریب کا موجد بتایا گیا ہے۔ فارسیوں نے نہ صرف مزید دائرے بنائے بلکہ کئی نئ بحور بھی ایجاد کیں مگر زیادہ تر کا چلن نہ ہو سکا۔ چونکہ وہ طبیعت کے مطابق نہ تھیں اور ذوقِ سماعت نے قبول نہ کیا۔ ان بحور میں قلیب، حمید، صریم، بدیل، کبیر، مستوی، متشابہ، صغیر، محیط، سلیم اور اسیم شمار ہوتی ہیں۔ اس حوالے سے قدر بلگرامی رقم طراز ہیں: ''بے موقع زحافات وغیر حقیقی تقطیع کے سبب یہ بحریں ناجائز ہیں''(۱۱)

ہندوستان میں فارسی کے زیرِ اثر علمِ عروض کا اتباع ہوا۔ کیونکہ اردو میں جن اصناف کا چلن ہوا، ان میں زیادہ تر اصناف فارسی ہی سے مستعار لی گئی تھیں، لٰہذا شاعری کے ساتھ ساتھ یہ شعری پیمانہ یعنی عروض بھی اپنے تمام تر فارسی اثرات کے ساتھ اردو میں دخیل ہوا۔ مگر اتنا ضرور کہ اردو والوں نے اپنے مزاج کے مطابق بحریں قبول کیں اور باقی رد کر دیں۔

اردو میں خالص ہندی اصناف جیسے گیت وغیرہ کے لیے ہندی عروض یعنی پنگل کا سہارا بھی لیا گیا مگر ان کا دائرۂ کار محدود رہا۔ اگرچہ یہ بحث کہ اردو شاعری کے لیے عربی عروض کی نسبت ہندی پنگل زیادہ مناسب ہے، نظم طباطبائی، عظمت اللہ خان اور تاجور نجیب آبادی سے ہوتے ہوئے آج بھی کہیں کہیں شدومد سے جاری ہے۔ مسعود حسن خان، حبیب اللہ خان

غضنفر، گیان چند اور شمس الرحمن فاروقی کی مساعی بھی اس حوالے سے قابل ذکر ہیں۔ عظمت اللہ خان اپنی کتاب سریلے بول میں اس حوالے سے لکھتے ہیں:

'' اردو عروض کی بنیاد پنگل پر رکھی جائے۔ دوسرے اس بات کا دھیان رہے کہ ہندی عروض میں بھی قدامت پسندی اور سانچے متعین کر دینے کے رجحان نے ٹھہراؤ پیدا کر دیا ہے۔ اور جس نہج پر پنگل مدون کی گئی ہے وہ نہایت فرسودہ اور غیر سائنٹفک ہے۔ ہندی عروض کے اصول سائنٹفک مطالعے اور تجربے کے بعد اردو کی نئی عروض کی نیو قرار دیے جائیں''(۱۲)

اردو میں پنگل کی حمایت جہاں ہوئی وہیں رد عمل کے طور پر عروض کے محافظ سامنے آئے اور انھوں نے بھی حتی المقدور دلائل سے اپنے موقف کی تائید حاصل کرنے کی کوشش کی تاہم یہ بحث ابھی اپنے منطقی انجام کی منتظر ہے۔

II. علمِ عروض عرب میں:

خلیل بن احمد (۷۱۸ء، ۷۹۰ء) کو عروض کا موجد قرار دیا جاتا ہے۔ اسے نحوی مسائل کا حامل اور درست ترین قیاس کا حامل قرار دیا جاتا ہے۔ اس نے علمِ عروض پر کتاب ''کتاب العروض'' لکھی جو کہ مفقود قرار دی جاتی ہے۔ اس کتاب میں اس نے پانچ عروضی دائروں کی مدد سے پندرہ بحریں ایجاد کیں۔ جن کی تفصیل پہلے دی جا چکی ہے۔ خلیل کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بہ یک وقت کئی علوم میں مہارت رکھتا تھا جیسے علمِ موسیقی، علمِ حساب اور سنسکرت زبان سے بھی واقفیت رکھتا تھا کہ جس کا اپنا عروضی نظام موجود تھا۔ عین ممکن ہے کہ ان تمام وسائل کی مدد سے اس نے یہ کارنامہ انجام دیا ہو۔ کچھ محققین کے خیال میں ارسطو کی ''بوطیقا'' خلیل کے زمانے تک عربی میں ترجمہ ہو چکی تھی جس میں اس نے شعر اور عروض (Prosody) پر بات کی تھی اور شعر کے وزن (Meter) پر بحث کی تھی۔ بعید نہیں کہ یہ علوم خلیل کے علم میں آئے اور اسے عروض کے استخراج کی تحریک ملی۔ اس حوالے سے ڈاکٹر جواد علی اپنے مضمون میں حوالہ دیتے ہیں:

''وہ پہلا شخص تھا جس نے علمِ عروض کا استخراج کیا اور زبان کی تدوین کی۔۔۔ اس کے بارے میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ وہ اشعار کی تقطیع کر رہا تھا کہ اس کا بیٹا ملنے آیا اور اسے اس حالت میں دیکھا تو واپس ہوا اور لوگوں سے جا کر کہنے لگا کہ میرا باپ پاگل ہو گیا ہے یہ سن کر لوگ خلیل کے پاس آئے اور وہ اسی حالت میں یعنی تقطیع کر رہا تھا''(۱۳)

جہاں خلیل کو عروض کا موجد ماننے والوں کی کثیر تعداد موجود ہے وہیں بہت سارے محققوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ خلیل نے دراصل پہلے سے موجود شعر و وزن کے اصولوں کو جمع کر کے تدوین کی ہے یعنی یہ علم پہلے سے موجود تھاا ور زمانۂ جاہلیت کے شعرا اس سے بخوبی واقف تھے خلیل کا کارنامہ محض اتنا ہے کہ اس نے تمام بکھرے اجزا کو جو حافظوں میں تھے، مبسوط کتاب کی شکل میں جمع کیا اور محفوظ کر لیا۔ چونکہ وہ اسے جمع کر کے کتابی شکل دینے والا پہلا آدمی تھا لہٰذا عوام الناس نے یہ علم اس کے نام سے منسوب کر دیا۔ ڈاکٹر جواد نے اس حوالے سے کہ خلیل سے پہلے عرب کے شعرا علم شعر جانتے تھے کئی حوالے پیش کیے ہے اور آخر میں وہ کچھ یوں نتیجہ اخذ کرتے ہیں:

''میری رائے میں جاہلی دور کے شعرا پہلے سے علمِ شعر و عروض سے واقفیت رکھتے تھے جو اسلام سے قبل وضع کیا گیا۔۔۔

اس نے شعرا کے ہاں بحروں، ان کے اسالیب و طرق اور اصول و قواعد کے بارے میں جو کچھ معروف تھا اس کی جمع و تدوین کی جسے اس نے ایک کتاب میں اکھٹا کر لیا اسی وجہ سے وہ علمِ عروض کا موسس قرار دیا جاتا ہے'' (۱۴)

خلیل بن احمد کے بعد عرب عروض کے علماء میں اہم ترین نام اخفش (م ۲۲۱ھ) کا آتا ہے یہ وہی اخفش ہے جس کے متعلق بزِ اخفش کی کہاوت بھی مشہور ہے۔ اخفش نے خلیل کے نظامِ عروض پر اعتراضات بھی کیے جیسے خلیل کے تخلیق کردہ فاصلہ صغریٰ پر اعتراض کیا اور اسے تخلیقی سہو قرار دیا کیونکہ یہ فاصلہ صغریٰ سببِ ثقیل اور سببِ خفیف کا مرکب ہی ہے اس کے لیے دوسری اصطلاح کی ضرورت نہیں۔

اخفش نے خلیل کے دائرہ منفردہ کو بھی غلط قرار دیا اور اس سے ایک اور بحر اختراع کی جس کا نام متدارک رکھا اور یہ بحر متقارب کا بالکل عکس ہے۔ متقارب فعولن چار مرتبہ (وتدِ مجموع+سببِ خفیف) متدارک فاعلن چار مرتبہ (سببِ خفیف +وتدِ مجموع)

اخفش نے پھر اس دائرے کا نام بھی منفردہ سے بدل کر دائرہ متفقہ رکھا۔ کہا جاتا ہے کہ اخفش نے خلیل کے عروضی نظام پر دیگر اعتراضات اور تصرفات بھی کیے تھے مگر ان کا احوال مفقود ہے۔

اخفش کے بعد خلیل کے تنقید کاروں میں ایک نام الناشی الانبار کا بھی ملتا ہے مگر خلیل اتنا مشہور ہو چکا تھا کہ اس کے اعتراضات در خورِ اعتنانہ سمجھے گئے۔اس کے علاوہ ایک نام ابو بکر محمد بن حسن (م ۳۷۹ھ) کا بھی ملتا ہے جس نے خلیل پر تنقید کی۔المختصر خلیل کے بعد جتنے عروضی آئے انہوں نے خلیل پر تنقید کی بجائے زیادہ تر ان کی تقلید ہی کو بہتر جانا مگر تحقیق کی راہ میں سب سے بڑی مجبوری ان کتابوں کی عدم دستیابی ہے اگر ان کتابوں کے نسخے کہیں سے دریافت ہو جائیں تو خلیل کے بعد عروضیوں کے کارناموں کا درست احوال معلوم ہو سکتا ہے۔

III. علمِ عروض فارس میں:

فارس کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ قبلِ اسلام یہاں شعر و شاعری کا وجود نہ تھا اور اسلام کی آمد کے بعد دیگر تہذیبی و ثقافتی اثرات کے ساتھ ساتھ فارس میں عروض کا تعارف بھی ہوا جسے اہلِ فارس نے چند تبدیلیوں کے ساتھ قبول کیا۔ مگر تحقیق سے یہ گمان غلط ثابت ہوا اور قبل اسلام وہاں کی مذہبی کتب میں اوزان کا سراغ لگایا گیا ہے جو کہ اہلِ فارس کے عروض یعنی وزن و بحر سے آگاہی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اس حوالے سے آج کے نہایت اہم عروض دان سلیم جعفر نے '' گاتھا کے عروض'' نامی مضمون میں بہت سے دلائل کے بعد لکھا ہے: ''در حقیقت گاتھا کا منظوم ہونا اس بنا پر مسلم ہے کہ اس میں مصراع ہیں، توازن ہے اور ہر مصرع میں اصول کی تعداد مقرر ہے''(۱۵)

اسی طرح ایک اور محقق الیاس عشقی لکھتے ہیں:

'' اوستا ژند پاژند اور گاتھا میں ایران کی قدیم ترین شاعری کے نمونے ملتے ہیں۔۔۔ان صحیفوں کے بعض حصوں میں کچھ مخصوص اوزان پائے جاتے ہیں جن سے ایرانِ قدیم کے عروض کے متعلق کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے''(۱۶)

اسی طرح یشتہا جو کہ اوستا کی ایک قسم ہے وہ بھی منظوم صورت میں ہے۔اگرچہ گاتھا اور یشتہا مختلف وزن میں ملتی ہیں مگر ان مختلف صحف میں اوزان کا سراغ ملنا اس بات کو تقویت دیتا ہے کہ قبلِ اسلام بھی فارس میں کسی نہ کسی صورت عروض موجود تھا مگر امتدادِ زمانہ نے اکثر نقوش مٹا دیے اور بہت کم باقی رہے۔پس اس بات کا درست تعین مشکل ہے کہ شروع میں عروض پر کتنی اور کون سی کتب تصنیف ہوئیں۔

حافظ محمود شیرانی نے مولانا یوسف نیشاپوری کو فارسی کا ابوالعروض کہا ہے۔ وہ عروض پر ایک کتاب بھی تحریر کر چکے تھے اور ایک بحر یعنی بحر قریب بھی ان سے منسوب ہے۔ اگرچہ فارسی عروض مولانا یوسف نیشاپوری سے قبل اپنی شناخت قائم کر چکا تھا مگر اس کی تدوین کا سہرا انہی کے سر ہے۔ حافظ محمود شیرانی اس بارے لکھتے ہیں:

""ہمیں یادرکھنا چاہیے کہ اگرچہ عروض کی تدوین مولانا یوسف عروضی کے ہاتھوں سے ہوئی ہے، عروضِ فارسی یقیناً ان کے عہد سے پیش تر عربی عروض سے علیٰحدہ ہو چکی تھی(۱۷)

اس حوالے سے یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کیوں کہ ""حنظلہ بادغیسی""(۲۱۹ھ) اور ""رودکی"" (۳۲۹ھ) کی نظموں میں فارسی عروض کے رنگ میں اوزان ملتے ہیں۔ ""فرالاوی"" جو کہ "" رودکی"" کا ہم عصر تھا، نے بحرِ مقلوب طویل ایجاد کی اور دائرۂ منعکسہ عبداللہ فوشی نے ایجاد کیا۔ بزر جمہر نے بحرِ جدید ایجاد کی اور اکیس نئی بحریں بہرامی اور بزر جمہر نے ایجاد کیں جو درجہ ذیل ہیں:

دائرہ منعکسہ سے بحر صریم، کبیر، مذیل، قلیب، حمید، صغیر، اصیم، سلیم اور حمیم

دائرہ متعلقہ سے مصنوع، مستعمل، اخرس، مبہم، معکوس اور مہمل

دائرہ منغلطہ سے وطع، مشترک، معمم، مستر، معین اور باعث

رمل مشکول بھی اسی زمانے کی دریافت ہے۔

قطان نے اسی قرن میں شجرہ اخرب واخرم ایجاد کیا۔ اسی زمانے میں رجز مطوی، مخبون مطوی اور مطوی مخبون کے اوزان بھی تخلیق ہوئے جبکہ متقارب مثمن اثلم، ہزج مثمن، متقارب مثمن اثرم محذوف، مقتضب مثمن مطوی، متقارب مثمن مضاعف اثرم سالم، متدارک مثمن مخبون، کامل مثمن سالم مضمر وغیرہ اوزان متاخرین کی ایجاد ہیں۔

غزنوی کے دور تک فارسی عروض تکمیل پا چکا تھا اور عربی اور فارسی عروض میں فرق قائم ہو چکا تھا اور بحر تشاکل بھی اسی دور کی ایجاد ہے۔

فارسیوں نے اپنے مزاج کے مطابق عربی عروض میں بہت سے بدلاؤ کیے عربی بحور میں سے بہت ساری رائج نہ ہو سکیں اور بہت سے نئے اوزان فارسیوں نے اپنی زبان کے مزاج کے مطابق ایجاد کیے۔

چنانچہ بحر طویل، مدید، کامل اور وافر خالص اہلِ عرب کی بحریں قرار پائیں۔ اسی طرح بحر غریب، جدید اور تشاکل خالص فارسی اور باقی ماندہ بحریں یعنی رجز، رمل، مضارع، سریع، متدارک، مقتضب، متقارب، مجتث، خفیف، منسرح اور سریع عرب اور عجم دونوں میں رائج ہیں۔

عروض کے حوالہ سے فارس کی اہم ترین کتب جو ساتویں صدی ہجری میں لکھی گئی وہ محمد بن قیس الرازی کی "المعجم فی معیار اشعار العجم" اور دوسری کتاب خواجہ نصیر الدین طوسی کی "معیار الاشعار" ہے۔

خواجہ صاحب نے خالص فارسی اوزان سے متعلق تین دائرے بنائے ہیں جو کہ درجہ ذیل ہیں:

دائرہ مجتلبہ:

ہزج مکفوف	مفاعیلُ چار بار
رجز مطوی	مفتعلن چار بار
رمل مخبون	فعلاتن چار بار

دائرہ مشتبہ مزاحفہ:

سریع مطوی	مفتعلن مفتعلن فاعلات
منسرح مطوی	مفتعلن فاعلات مفتعلن
مقتضب مطوی	فاعلات مفتعلن مفتعلن
قریب مکفوف	مفاعیل مفاعیل فاعلات

مضارع مکفوف	مفاعیل فاعلات مفاعیل
خفیف مخبون	فعلاتن مفاعلن فعلاتن
مجتث مخبون	مفاعلن فعلاتن مفاعلن

دائرہ مشتبہ زائدہ:

منسرح مطوی	مفتعلن فاعلات دو بار
مضارع مکفوف	مفاعیل فاعلات دو بار
مقتضب مطوی	فاعلات مفتعلن دو بار
مجتث مخبون	مفاعلن فعلاتن دو بار
وزن مہمل	فاعلات مفاعیل دو بار

شمس بن قیس رازی نے ایرانی عروضیوں کو رد کیا اور صرف دو دائرے قبول کیے جو کہ درجہ ذیل ہیں:

دائرہ مختلفہ:

منسرح مطوی	مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلات
مضارع مکفوف	مفاعیل فاعلات مفاعیل فاعلات
مقتضب مطوی	فاعلات مفتعلن فاعلات مفتعلن
مجتث مخبون	مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن

دائرہ منتزعہ:

خفیف مخبون	فعلاتن مفاعلن فعلاتن
سریع مطوی	مفتعلن مفتعلن فاعلات
غریب مخبون	فعلاتن فعلاتن مفاعلن
قریب مکفوف	مفاعیل مفاعیل فاعلات
تشاکل مکفوف	فاعلات مفاعیل مفاعیل

مختصراًیہ کہ عربی عروض وہ نہ رہا جو عرب میں تھا بلکہ فارسیوں نے اس میں طرح طرح کی اختراعات کیں۔اور کیوں نہ ہو کہ عربی سامی خاندان کی زبان ہے اور فارسی ہند آریائی۔ لہٰذا زبان کے مختلف تہذیبی اثرات کی بناپر فارسی عروض نے عربی عروض سے الگ اپنی راہ متعین کی۔اس کے بعد بھی اہم کتب فارسی میں تصنیف ہوئی جن میں ''عروض سیفی''(۱۴۹۱ء)،''رسالہ عروض''از عبدالرحمن جامی(۱۴۸۰ء)،''پائندہ''از محمد بن شیخ محمد(۹۹۹ھ)وغیرہ شامل ہیں۔فارسی عروض پر مستشرقین نے بھی کام کیا جن میں جان گل کرسٹ،پرائز گلیڈون،گارسان دتاسی اور بلاکمان وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

IV. علمِ عروض ہندوستان میں:

ہندوستان میں اسلام کے ورود کے ساتھ مسلمان تہذیب وتمدن نے ایک انقلاب برپا کر دیا۔نہ صرف اسلام ایک دین جدید کے طور پر متعارف ہوا بلکہ دیگر علوم وفنون بھی عرب سے یہاں منتقل ہوئے۔علمِ عروض بھی ابتدا میں عربی ادب کی بدولت ہندوستان میں متعارف ہوا۔اس دور میں فصاحت وبلاغت سے متعلق جو کتابیں درسِ نظامی کے نصاب میں پڑھائی جاتی تھیں ان کتب میں علمِ عروض بھی شامل ہوا کرتا تھا۔ان کتب میں '' مختصر المعانی'' اور'' المطول''،جیسی کتابیں شاملِ نصاب تھیں۔

ڈاکٹر اسلم ضیا اپنی کتاب ''علم عروض اور اردو شاعری'' میں ڈاکٹر زبیر احمد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''الصغانی پہلے ہندوستانی عالم تھے جنھوں نے اس موضوع پر کتاب لکھی۔ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی نے حاشیہ مطول کی شرح لکھی۔ امیر خسرو کی اعجاز خسروی گو فارسی میں لکھی گئی مگر اس میں جو مثالیں دی گئی ہیں وہ عربی میں ہیں۔ اس ضمن میں غلام علی آزاد کی سبحتہ المرجان بھی خاصے کی چیز ہے'' (۱۸)

اس کے بعد مغلیہ دور میں چونکہ فارسی کو سرکاری زبان کی حیثیت حاصل رہی اور دربار سے ایرانی شعرا بھی منسلک رہے تو ہندوستان میں فارسی شاعری کا بول بالا ہوا اور ساتھ ساتھ فارسی عروض بھی متعارف ہوا۔ لہٰذا شمس بن قیس رازی کی کتاب ''المعجم فی معیار اشعار عجم'' اور خواجہ نصیر الدین کی کتاب '' معیار الاشعار'' ہندوستان پہنچی۔ یہاں کے فارسی علما ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ''حدائق البلاغہ'' شمس الدین فقیر دہلوی نے تالیف کی۔ ''میزان الافکار فی شرح معیار الاشعار '' کے نام سے مفتی محمد سعد اللہ مراد آبادی نے خواجہ صاحب کے کتاب کی شرح لکھی۔ ان کے علاوہ ''چہار شربت'' (۱۲۱۴ھ) از مرزا قتیل اور ''دریائے لطافت'' (۱۸۰۸ء) از انشاو قتیل وغیرہ جیسی اہم کتب بھی تصنیف ہوئیں۔

ابتدائی زمانے میں اردو میں صوفیائے کرام کی شاعری ہندی عروض پنگل میں تھی مگر زمانۂ وسطی کی شاعری میں فارسی شاعری کے نمایاں اثرات نظر آتے ہیں۔ اس دور کی شاعری کے موضوعات اور عروضی نظام سب فارسی سے مستعار نظر آتا ہے۔

مغلوں کے بعد انگریزوں کا دور آیا اور لامحالہ انگریزی ادب کا پرچار ہوا مگر اس کا اثر صرف اصناف یا اسالیب تک محدود رہا اور انگریزی عروض ہندوستان میں رائج نہ ہو سکا۔ ہاں اتنا ضرور ہوا کہ یہاں کی چند عروضی ہیئتیں بدل گئیں اور تجربات ہوئے جس کے نتیجے میں آزاد نظم اور معریٰ نظم جیسی اصناف نے جنم لیا۔ اب اردو عروض پر لکھی جانے والی متداول معتبر کتب کا مختصر احوال درج ذیل ہے:

قواعد العروض (۱۸۸۲ء):

عروض پر مستند سمجھی جانے والی کتب میں قدر بلگرامی کی قواعد العروض سر فہرست نظر آتی ہے۔ اس کتاب میں نہ صرف اردو بلکہ عربی فارسی اور سنسکرت عروض پر بھی بحث کی گئی ہے۔ تقطیع کے قواعد نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیے

گئے ہیں۔ زحافات کے متعلق مباحث کوایک رخ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔اس کتاب میں اگر کوئی خامی ہے تو یہ کہ اردو کے تمام بحور کااحاطہ نہیں کیا گیااور غیر مستعمل بحور بھی شامل کی گئی ہیں۔

بحر الفصاحت(۱۹۲۶ء بارِ سوم):

مولوی نجم الغنی رامپوری کی بحر الفصاحت بھی اردو عروض پر مستند کتاب سمجھی جاتی ہے۔ عروض کے علاوہ قافیہ، معانی اور بیان وبدیع وغیرہ کے مباحث بھی کتاب کا حصہ بنائے گئے ہیں۔مآخذ اور مثالوں کے اعتبار سے یہ کتاب قابل قدر ہے۔

چراغِ سخن(۱۹۱۴ء):

مرزایاس یگانہ چنگیزی کی یہ کتاب بھی اردو عروض پر معروف کتابوں میں سے ہے۔اس کتاب میں بھی عروض کے علاوہ قافیہ، تخیل، محاکات اور نقدِ شعر پر بحث ملتی ہے۔یگانہ قلیل الوقوع زحافات کے استعمال سے عروض کے طالب علموں کو مشکل میں ڈال دیتے ہیں۔ لہٰذااس کتاب کے مطالعے کے لیے عروض سے گہری آشنائی ضروری ہے۔۔

شاعری کی پہلی کتاب(۱۹۲۱ء):

عشرت لکھنوی نے چار کتب شاعری کی پہلی، دوسری، تیسری اور چوتھی کتاب کے نام سے شائع کی۔ابتدائی دو کتابیں عروض پر ہیں۔ مدرسانہ انداز میں لکھی گئی یہ کتابیں طالب علموں کے لیے فائدہ مند ہیں۔ عروض کے علاوہ قافیہ ،معائبِ سخن اور بدیع وغیرہ پر بھی بحث کی گئی ہے۔

سریلے بول:(۱۹۴۰ء)

یہ عظمت اللہ خان کی نظموں کی کتاب ہے جو ان کی وفات کے بعد چھپی اس میں حصہ نثر میں ایک مضمون شاعری پر ہے جس میں انھوں نے عربی عروض اور پنگل پر محاکمانہ بحث کی ہے۔جو کہ عروض کے طالب علموں کے لیے قابل قدر سرمایہ ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد چھپنے والی عروض کی اہم کتب درجہ ذیل ہیں:

اردو کا عروض (۱۹۵۱ء):

یہ پروفیسر حبیب اللہ خان غضنفر کی اردو عروض کی جدید تشکیل کی کاوش ہے۔انھوں نے قواعد عروض کی ترتیبِ نو کی اور خامیاں دور کرنے کی کوشش کی۔ بحور کے نام تبدیل کیے زحافات ختم کر دیے، مذاحف بحور کو مستقل بحور شمار کیا۔ الغرض آسان عروض کی تشکیل کے لیے جو درست سمجھا، کیا۔ان کی یہ کاوش لائقِ تحسین ہے۔

عروضِ جدید (۱۹۶۱ء):

یہ حافظ محمود شیرانی کا مقالہ ہے۔اس میں انھوں نے انگریزی علامات استعمال کی ہیں۔ نئے عروضی ارکان تشکیل دئے ہیں۔ نئی بحور کا استخراج کیا ہے اگرچہ وہ قابلِ تقلید نہیں۔ یہ بھی اردو عروض کی طرف پیش رفت کی عمدہ کاوش ہے۔

اردو کا اپنا عروض (۱۹۹۰ء):

یہ ڈاکٹر گیان چند جین کی عروض پر کی جانے والی کاوشوں کا گویا نچوڑ ہے۔اس کتاب میں اردو میں مستعمل تمام بحور سے بحث کی گئی ہے۔آزاد نظم کے عروضی قواعد تشکیل دینے کی کاوش کی گئی ہے۔ دوہا، سرسری اور سار جیسی ہندی نژاد بحور پر بھی بحث کی گئی ہے۔ رباعی کے اوزان بڑھانے کی سعی بھی ملتی ہے۔

اگرچہ ان کے علاوہ بھی عروض پر بہت سی اچھی کاوشیں کی گئی ہیں اور نئے نئے تجربات کے ذریعے آسان اردو عروض کی تشکیل کی کاوشیں جاری ہیں مگر یہاں صرف ایک تعارف دینا ہی مقصود تھا۔

حوالہ جات

۱: سید احمد، دہلوی، فرہنگِ آصفیہ (جلد سوم)، لاہور، اسلامیہ پریس، ۱۸۹۸ء ص: ۱۷۲

۲: محمد عبداللہ خویشگی، فرہنگِ عامرہ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء، ص: ۴۳۰

۳: شان الحق حقی، فرہنگِ تلفظ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۲ء، ص: ۷۰۳

۴: فیروزالدین، مولوی، فیروزالغات، لاہور، فیروز سنز لمٹیڈ، ۱۹۷۵ء، ص: ۸۰۸

5:The concise oxford dictionary of literary terms,chris baldick,new york:oxford university press,2001,P-N:207

۶: نجم الغنی، بحر الفصاحت (حصہ دوم: علمِ عروض)، لاہور مجلسِ ترقی ادب، ۲۰۰۱ء ص: ۱۱

۷: مرزا یاس عظیم آبادی، چراغِ سخن، لاہور، مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۹۶ء، ص: ۸۸

۸: صہبائی، امام بخش، حدائق البلاغت، کانپور، منشی نول کشور، ۱۸۸۷ء، ص: ۱۲۸

۹: بلگرامی، سید غلام حسنین قدر، قواعد العروض، لکھنؤ: مطبع شامِ اودھ، ۱۳۰۰ھ، ص: ۱۴

۱۰: ناگ پوری، شارق جمال، عروض میں نئے اوزان کا وجود، ناگ پور، ادارۂ غالب، ۱۹۹۱ء، ص: ۳۲

۱۱: ایضاً، ص: ۲۹

۱۲: عظمت اللہ خاں، سریلے بول، مکتبہ جامعہ لمٹیڈ، نئی دہلی، ۲۰۰۳ء، ص: ۴۱

۱۳: جواد علی، ڈاکٹر، علمِ عروض کا آغاز و نشات، ترجمہ: عمر فاروق، www.chunida.com، ۲۶ جنوری، pm 10:02

۱۴: جواد علی، ڈاکٹر، علمِ عروض کا آغاز و نشات، ترجمہ: عمر فاروق، www.chunida.com، ۲۶ جنوری، pm 10:05

۱۵: سلیم جعفر، گاتھاکا عروض، زمانہ، جنوری ۱۹۴۲ء، ص: ۱۲

۱۶: الیاس عشقی، فارسی ادب کے پچیس سال، ساقی، کراچی، جوبلی نمبر ۱۹۵۵ء، ص ۳۱۵

۱۷: شیرانی، حافظ محمود، مقالاتِ حافظ محمود شیرانی، جلد پنجم، تنقیدِ شعرالعجم، مرتبہ مظہر محمود شیرانی، مجلسِ ترقی ادب ،کلب روڈ، ص: ۶۹۹

۱۸: اسلم ضیاء، ڈاکٹر، علمِ عروض اور اردو شاعری، ایس ٹی پرنٹرز، راولپنڈی، ۱۹۹۷ء، ص: ۱۵

باب دوم

گلگت کے منتخب صاحبِ کتاب شعرا کا عروضی مطالعہ

الف: گلگت: ایک تعارف

گلگت بلتستان کا صدر مقام گلگت ہے۔ یہ مشہور شاہراہِ قراقرم کے قریب واقع ہے۔ چین اس کے شمال میں، افغانستان شمال مغرب میں، چترال مغرب میں، مشرق میں کارگل اور جنوب مشرق میں بلتستان واقع ہے۔ یہ علاقہ سطحِ سمندر سے ۴۹۰۰ فٹ بلند ہے۔ اس کی آبادی قریباً ۸ لاکھ ہے۔ گلگت ڈیویژن میں گلگت کے علاوہ غذر، ہنزہ اور نگر کے اضلاع بھی شامل ہیں۔ اس کا کل رقبہ ۳۸۰۰۰ کلو میٹر ہے۔ یہ چین سے ہونے والی تجارت کا مرکز بھی ہے۔ گلگت کے قریب ہی تین عظیم پہاڑی سلسلے ملتے ہیں جن میں ہمالیہ، قراقرم اور ہندوکش شامل ہیں۔ گلگت میں ""شینا"" زبان بولی جاتی ہے۔ گلگت یکم نومبر ۱۹۴۷ء کو ڈوگرہ راج سے آزاد ہوا اور پاکستان سے الحاق کیا۔

ب: گلگت میں اردو شاعری کا آغاز وارتقاء

گلگت اور بلتستان کی جغرافیائی وحدت اور تاریخی و سیاسی حالات کے یکساں ہونے کی وجہ سے دونوں خطوں میں اردو زبان ادب کے ارتقائی و ترویجی ادوار میں کوئی نمایاں فرق نہیں۔ بلتستان کی طرح یہاں بھی مہاراجہ کشمیر رنجیت سنگھ کی پیش قدمی اور اس کی افواج کی بدولت اردو زبان متعارف ہوئی اور 'سُپیا' کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس حوالے سے معروف محقق شیر باز علی خان برچہ لکھتے ہیں: "مقامی لوگ ان بولیوں کو خصوصاً پنجابی اور اردو کو 'سپیا' کہتے تھے یعنی سپاہیوں کی زبان"(۱)

۱۸۴۰ء میں سقوطِ بلتستان کے بعد ڈوگروں نے اردو کو فارسی کی جگہ سرکاری زبان کے طور پر نافذ کر دیا جب کہ گلگت میں ۱۸۴۶ ء میں ڈوگرہ افواج قابض ہوئیں اور تب گلاب سنگھ نے یہاں اردو نافذ کی۔

۱۸۹۴ء میں گلگت میں سکولوں کا قیام عمل میں آیا تو پہلی مرتبہ اردو کو ذریعۂ تعلیم بنایا گیا۔

اس دور میں ماسٹر غلام حیدر گلگت میں تعینات ہوئے۔ ان کی کاوشوں سے سکولوں کے ذریعے اردو ڈرامے کی روایت فروغ پائی۔

۱۹۰۵ء میں کشمیر سے چوہدری خوشی محمد ناظر گلگت میں منتظم کی حیثیت سے مقرر ہوئے۔ آپ مشہور شاعر تھے۔ آپ کی آمد سے گلگت کے ادبی حلقوں میں جان پڑ گئی۔

۱۹۳۵ء میں جب سید ذوالفقار نسیم سکردو میں مقرر ہوئے تو انھوں نے مشاعروں اور ڈراموں کا انعقاد کیا۔ ان مقامات میں گلگت بھی شامل تھا۔

اس دور کے بعد کشمیر سے پڑھے لکھے لوگ گلگت اور بلتستان میں تعینات ہوئے جن میں اکثریت ادبی ذوق رکھنے والوں کی تھی۔ ان دونوں خطوں میں ان سرکاری ملازمین کی بدولت طرحی مشاعروں کا رجحان پیدا ہوا۔ یہاں بہت سی باتیں جو بلتستان میں اردو ادب کے ارتقا کے حوالے سے مذکور ہوئی ہیں مکرر نہیں لکھی جا رہیں۔

۱۹۷۹ء میں بلتستان اور گلگت میں ریڈیو پاکستان کے قیام سے اردو زبان و ادب کا فروغ تیز تر ہو گیا۔

۱۹۸۴ء میں سکردو میں حلقۂ علم و ادب کے قیام بعد ۱۹۸۵ ء میں گلگت میں قرقرم رائٹرز فورم اور ۱۹۸۶ ء میں حلقۂ اربابِ ذوق قائم ہوئے۔ ۱۹۹۹ء میں فکری تحریک گلگت قائم ہوئی جس نے پہلی بار تنقیدی نشستوں کا اہتمام کیا۔ یہ تمام انجمنیں تاحال فعال ہیں۔

ج۔ عروضی مطالعہ

اب گلگت کے صاحبِ کتاب اردو شعرا کا عروضی مطالعہ پیشِ خدمت ہے۔ طوالت کے پیشِ نظر صرف اغلاط اور ناگزیر صورت میں اشعار کے حوالہ جات دیے گئے ہیں۔ باقی اشعار کے صفحہ نمبر متن میں ساتھ ساتھ درج کیے گیے ہیں تاکہ سند رہے۔

I. شاعر: خوشی محمد طارق

مجموعہ: خواب کے زینے

تعارف:

نام خوشی محمد طارق ہے اور طارق ہی تخلص کرتے ہیں۔ آپ ۱۹۵۳ء میں پیدا ہوئے۔ بنیادی طور پر استور سے تعلق رکھتے ہیں مگر رہائش گلگت میں اختیار کی ہوئی ہے۔ نوجوانی سے ہی شعر و ادب کے دلدادہ رہے ہیں۔ اپ نے مختلف اخبارات اور ٹی وی چینلوں کے ساتھ کام کر رکھا ہے۔ آپ مختلف ادبی انجمنوں کا بھی حصہ ہیں۔ اب تک آپ کے دو اردو شعری مجموعے منظرِ عام پر آ چکے ہیں جن میں '' پلکوں کے سائبان'' اور '' خواب کے زینے '' شامل ہیں۔

عروضی مطالعہ

بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف/ مقصور

ارکان: مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن

۱۔ دل کا جنوں بھی کیسا عجب کام کر گیا	ص۱۷
۲۔ کب ہم کو چاند تاروں کی بارات چاہیے	ص۱۸
۳۔ تیرا خیال دل سے اترنے نہیں دیا	ص۲۰
۴: دنیا میں ہر قدم پہ ہمیں دل کا خوں ملا	ص۲۳
۵۔ شیشے میں عکس، بیچ میں دیوار بھی نہیں	ص۲۸
۶۔ آجر سے بھی مفاد لیں، اجرت اجیر سے	ص۳۱

۷: جلوہ فگن ہے رحمتِ حق کا کائنات میں	ص ۳۱
۸۔ دنیا سے دل لگا کے رہے ہم عذاب میں	ص ۳۶
۹۔ دنیا تو اک سزا ہے، خطاکار کون ہے	ص ۴۵
۱۰۔ کانٹے بدن پہ تارِ قباڈھونڈتے رہے	ص ۵۳
۱۱۔ خوشبو تھی وہ ہواؤں میں تحلیل ہو گئی	ص ۶۱
۱۲۔ شامِ فراق دشت میں دل کی طبیب ہے	ص ۶۲
۱۳۔ چاہا نہ کچھ بھی زیست میں تو ہی طلب رہا	ص ۷۰
۱۴۔ چہرے بجھے بجھے ہوئے، ہر آنکھ نم یہاں	ص ۷۳
۱۵۔ جانِ غزل تجھی سے سخن کا ثبات ہے	ص ۷۸
۱۶۔ دنیا کے سلسلے میں جو آہن ارادہ تھے	ص ۸۰
۱۷۔ ہم قافلے سے زیست کے کیسے جدا ہوئے	ص ۹۳
۱۸۔ دیکھی تری نشانیاں سارے چمن میں آج	ص ۹۵
۱۹۔ اہلِ جنوں کے بخت میں دیوار و در کہاں	ص ۹۷
۲۰۔ رازِ غمِ حیات جہاں سے چھپائیں ہم	ص ۱۰۰
۲۱۔ آثار روشنی کے نمایاں ہیں دور تک	ص ۱۰۹
۲۲۔ وہ رونقِ غزل ہے غزالوں کی بھیڑ میں	ص ۱۲۵

۲۳۔ دل کا جنوں بھی کیسا عجب کام کر گیا ص ۱۲۷

خوشی محمد طارق کی یہ سب سے پسندیدہ بحر معلوم ہوتی ہے۔ اس کثرت سے برتنے کے باوجود دو چار جگہوں پر ان کی گرفت بحر کے آہنگ پر ڈھیلی پڑ گئی ہے جیسے:

ع: اس دشتِ زندگی میں ہم زخموں سے چور ہیں (۲)

یہاں لفظ ''ہم'' کی وجہ سے مصرعہ بے وزن ہو گیا ہے۔ یہاں ہجائے کوتاہ کی جگہ تھی مگر شاعر ہجائے بلند لائے ہیں۔

ع: طارق ہمارے چارہ گر کتنے عجیب ہیں (۳)

یہاں بھی لفظ ''چارہ گر'' کی وجہ سے مصرعہ بحر سے خارج ہو رہا ہے۔ ''چارہ گر'' کی بجائے ''چارہ گَ'' پڑھنے سے مصرعہ وزن میں آجاتا ہے یعنی یہاں بھی شاعر نے ہجائے کوتاہ کی جگہ ہجائے بلند برتا ہے۔

اس کے علاوہ شاعر نے ایک جگہ عربی ترکیب کو غلط تلفظ میں باندھا ہے اور درست تلفظ مصرعہ کو بے وزن کر دیتا ہے:

ع: بندے کو تحفہ ہے یہ رب العالمین کا (۴)

یہاں ''ب'' کا حرف مشدّد ہے جبکہ شاعر نے صرف متحرک باندھا ہے۔

شاعر نے ایک جگہ ''نون غنہ'' کے ساتھ ساتھ اس سے ماقبل ''الف'' بھی گرایا ہے جس کی وجہ سے لفظ کا صوتی حسن مجروح ہو گیا ہے:

ع: دیکھی تری نشانیاں سارے چمن میں آج (۵)

یہاں شاعر نے ''نشانیاں'' کو ''نشانیہ'' باندھا ہے جو کہ مکروہ ہے۔

بحر: رمل مثمن محذوف

ارکان: فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

۱۔ابرِ صحرائے عرب نے دل کو جل تھل کر دیا	ص۱۴
۲۔عالمِ اسباب کے سینے میں تو جنت نظیر	ص۲۶
۳۔یوں بھی ہوتا ہے کبھی رونے سے جلتے ہیں سخن	ص۴۰
۴۔آگئے جب دشت میں ہم سب سے ناتا توڑ کر	ص۴۷
۵۔کیا بتائیں ہم کہ کیا ہوتے ہیں خوابوں کے عذاب	ص۴۹
۶۔کیا بتائیں ہم کہ کیا اے جانِ جاں در کار ہے	ص۵۶
۷۔دل، جوانی، شوخیاں، احساس، نظریں، اپنی جاں	ص۶۳
۸۔کتنی تہذیبوں کے وارث اور نشاں پتھر ہیں یہ	ص۸۳
۹۔دلربا آنکھیں، ستارے، زلف، بادل، چاند، پھول	ص۸۷
۱۰۔ماندگانِ زیست کو جھنجوڑنے کا شوق تھا	ص۹۶
۱۱۔جامِ زرّیں خاک کے پیالوں سے پیچھے رہ گئے	ص۱۱۶
۱۲۔ناز تھا جس کی وفا پر بے وفا بنتا گیا	ص۱۲۶

یہ بحر بھی شاعر کی من پسند بحور میں سے ایک ہے۔ شاعر نے اس بحر کے آہنگ کو خوبی سے نبھایا ہے۔ فقط ایک مصرعہ بے وزن ہو گیا ہے اور عین ممکن ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہو۔ مصرعہ درجہ ذیل ہے:

ع: کیوں زمانے پر ہوا افشا یہ ہماری داستاں (۶)

شاید مصرعہ یوں ہو "کیوں زمانے پر ہوئی افشا ہماری داستاں"۔

بحر: ہزج مثمن سالم

ارکان: مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

۱۔ یہ دن وہ دن ہے اس دن خواب نے تعبیر پائی ہے ص۱۶

۲۔ جو ابن الوقت زرداروں کے زیرِ تخت ہوتی ہے ص۲۲

۳۔ تمنا لُٹ چکی پھر بھی ہر اک خواہش جواں میری ص۵۴

۴۔ سدا تو نے ہمیں سپنے انوکھے ہی دکھائے ہیں ص۶۹

۵۔ زمانے بھر کی خوشیوں کے عوض بھی ہم نہیں دیں گے ص۸۱

۶۔ فریبِ جاں ستاں کھائے ہیں جس سے بار بار ہم نے ص۹۹

۷۔ زمانے کے ستم سہ لیں گے، دل کا خون پی لیں گے ص۱۰۱

۸۔ کبھی آؤ گے جاناں گل بداماں ہم نہیں ہوں گے ص۱۱۲

۹۔ نظر سے دل کا، دل سے درد کا یارانہ ہوتا ہے ص۱۱۵

۱۰۔ یہاں آنکھوں سے غم، پلکوں سے تارا چھین لیتے ہیں ص۱۲۳

مذکورہ بالا بحر شاعر نے کافی بار استعمال کی ہے اور اس کو نبھانے میں کامیاب ہوا ہے۔ مگر شاعر نے ایک پوری غزل میں قواعد عروض کا لحاظ نہیں رکھا۔ تفصیل درجہ ذیل ہے:

ع: فریبِ جاں ستاں کھائے ہیں جس سے بار بار ہم نے (۷)

اس غزل کے قوافی ''بار''، ''گزار'' وغیرہ ہیں جب کہ ردیف ''ہم نے'' ہے۔ یوں ہر شعر میں لفظ ''ہم'' کی ''ہ'' الفِ وصل کی صورت گرانی پڑتی ہے۔ جب کہ ''ہ'' لفظ کے ابتدا سے گرائی نہیں جاسکتی۔ یوں یہ پوری غزل قواعد کے لحاظ سے مذموم ہو جاتی ہے۔

بحر: ہزج مسدس محذوف

ارکان: مفاعیلن مفاعیلن فعولن

۱۔ نظارے ہیں تیرے کون و مکاں میں ص ۱۳

۲۔ عجب بے درد سی پُروا چلی ہے ص ۲۴

۳۔ لہو برسا مگر لالہ نہ پھوٹا ص ۳۷

۴۔ چلی ہیں کیا رسومِ ہندوانہ ص ۴۲

۵۔ گزر کر دردِ جاں کے مرحلوں سے ص ۷۱

۶۔ رفو چاکِ گریباں ہو گا اک دن ص ۱۱۰

شاعر اس بحر کو بھی نبھانے میں کامیاب رہا ہے اور کوئی خلافِ قواعد عمل نہیں کیا۔

بحر: ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف

ارکان: مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ فعولن

۱۔ اٹھتا ہے دھواں دل سے نہ سانسوں میں شرر ہے ص ۴۳

۲۔ کٹتا ہے کہاں دن کا سفر شام سے پہلے ص ۴۸

۳۔ اس دل کو جو چاہو تو کبھی کھول کے دیکھو ص ۶۷

۴۔ وہ شوخیِ گفتار مجھے یاد ہے اب بھی ص۱۱۹

۵۔ حدت بھی دروں تیز ہے، شب شعلہ فشاں بھی ص۱۲۴

خوشی محمد طارق نے یہ آہنگ بھی نبھایا ہے فقط ایک مصرعہ بے وزن ہو گیا ہے۔ شاید کتابت کی غلطی ہو۔ مصرعہ درجہ ذیل ہے:

ع: کامل ہیں محبت ہم پورے ہیں وفا میں (۸)

یہاں لفظ ''ہم'' جو کہ ہجائے بلند ہے، کی جگہ ہجائے کوتاہ درکار ہے جیسے ''کامل ہیں محبت میں تو پورے ہیں وفا میں''۔

بحر: رمل مثمن سالم مخبون محذوف

ارکان: فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

۱۔ کانٹے نوچیں جو مری جاں کی ردا کے دھاگے ص۷۵

۲۔ ساری بستی میں اگر ایک بھی عادل ہوتا ص۱۰۷

۳۔ جو نہ کرنے تھے روا، وہ بھی ستم کر ڈالے ص۱۱۸

۴۔ ہم کو مرہم کی طلب اور وہ خنجر مارے ص۱۲۱

اردو میں کثرت سے مستعمل یہ بحر بھی شاعر نے برتی ہے اور اس کے آہنگ کو سمجھا ہے۔ البتہ ایک جگہ پر پھر سقوطِ حروف کے قواعد کے خلاف حروف گرائے ہیں:

ع: نازشِ عطر و حنا، زعفراں زاروں کی امیں (۹)

شاعر نے خلافِ اصول لفظ ''زعفراں'' سے ''نون غنہ''اور اس سے قبل ''الف'' گرا کر لفظ کو ''زعفرَ'' بنادیا ہے جو کہ لفظ کی شناخت اور صوتی حسن دونوں مٹا رہا ہے۔

بحر: خفیف مسدس مخبون محذوف

ارکان: فاعلاتن مفاعلن فعلن

۱۔دل جلاتی ہے آنچ پھولوں کی ص۴۱

۲۔ ہم سفر دو قدم نہیں ملتے ص۹۰

۳۔آپ تعبیر کے پجاری ہیں ص۹۲

یہ چھوٹی اور مترنم بحر بھی شاعر نے استعمال کی ہے اور کوئی غلطی آہنگ و قواعد میں نہیں کی۔

بحر: مجتث مخبون محذوف

ارکان: مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

۱۔ نظر وہ یوں تو سرِ عام بھی نہیں آتا ص۳۰

۲۔ غمِ حیات میں خود کو ہمیں ڈبونا ہے ص۵۱

شاعر نے یہ بحر بغیر کسی انحراف و سقم کے نبھائی ہے۔اگرچہ شاعر کے ہاں کم پسندیدہ معلوم ہوتی ہے۔

بحر: متقارب مثمن سالم

ارکان: فعولن فعولن فعولن فعولن

۱۔اسی خوش گمانی میں دل شاد ہیں ہم ص۳۳

۲۔ان آنکھوں میں اشکوں کو ہم دیکھتے ہیں ص۳۸

اردو شعرا کے ہاں یہ بحر بھی مستعمل ہے مگر بہت زیادہ پسندیدہ بھی نہیں۔ شاعر نے بھی فقط دو بار یہ بحر برتی ہے اور بغیر کسی خامی کے نبھائی ہے۔

بحر: ہندی/متقارب مثمن اثرم مقبوض محذوف مضاعف

ارکان: فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن

ا۔ ہر اک منظر بدلا، بدلیں ہر رت کی تصویریں ص ۵۷

۲۔ ساگر، لہریں، ناؤ، کنارے، سارے روپ تمہارے ص ۱۰۴

یہ بھی اردو کی نہایت مترنم بحروں میں سے ایک ہے۔ موسیقت اس بحر کا خاصا ہے۔ شاعر نے کم پسند کی ہے۔

بحر: ہزج مربع اخرب سالم

ارکان: مفعولُ مفاعیلن

ا۔ دل تو بھی دوانہ ہے ص ۸۵

۲۔ بارات ہے تاروں کی ص ۸۹

شاعر نے اگرچہ یہ مختصر بحر صرف دو بار آزمائی ہے مگر دونوں مرتبہ شاعر بحر کے آہنگ کو سمجھنے میں ناکام نظر آتا ہے اور کئی مصرعے بے وزن کہہ گیا ہے۔ تفصیل درجہ ذیل ہے:

ع: اب کس نے آنا ہے (۱۰)

ع: سر پر گوری کے (۱۱)

ع: دوگا گر پانی ہے (۱۲)

ع: رُت بھی ہے پت جھڑ کی (۱۳)

ع: کوئی پولو کھیل ہوئے(۱۴)

ع: رب کرے سجنا کی(۱۵)

ع: سجنی کا میل ہوئے(۱۶)

ع: جب کوئی بانسریا(۱۷)

ع: جاں تری الفت کا(۱۸)

ان میں سے بالترتیب پہلا، پانچواں، ساتواں اور آٹھواں مصرعہ بحر کے دوسرے رکن یعنی ''مفاعیلن'' کی حرکتِ اول یعنی ''م'' کی کمی رکھتا ہے اور ایک حرکت کے شمول سے باوزن ہو سکتا ہے۔ جیسے اب کس نے ''بھی'' آنا ہے۔ اسی طرح چوتھا، چھٹا اور نواں مصرعہ بحر کے رکنِ اول یعنی ''مفعولُ'' کے ابتدائی ''سبب خفیف'' یا ''ہجائے بلند'' کی کمی رکھتا ہے اور ایک ہجائے بلند کے شمول سے باوزن ہو سکتا ہے۔

بحر: رمل مسدس محذوف

ارکان: فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

ا۔ زندگی اپنی کہانی پھر سنا ص۳۴

۲۔ خاکِ جاں کا ہے سفر گل کی طرف ص۱۰۵

شاعر نے فقط دو بار یہ بحر آزمائی ہے اور کامیاب رہا ہے۔

بحر: رمل مثمن مشکول مسکن/مضارع مثمن اخرب

ارکان: مفعولُ فاعلاتن مفعولُ فاعلاتن

ا۔ منزل تری الگ ہے، راستہ مرا جدا ہے ص۱۱۷

یہ مترنم بحر شاعر نے صرف ایک بار استعمال کی ہے مگر شاعر کو اس بحر کے آہنگ میں اشتباہ ہوا ہے اور کئی مصرعے قریبِ آہنگ بحر ''رمل مثمن مشکول'' میں لکھ ڈالے ہیں جس کے ارکان ''فعلاتُ فاعلاتن فعلاتُ فاعلاتن'' ہیں مگر عروضی طور پر ان بحور کا اجتماع جائز ہے ۔ تفصیل درجہ ذیل ہے:

ع: میں ابھی تلک نہ سمجھا، تیری خو ہے یا ادا ہے (۱۹)

ع: کبھی میں نے تیری خاطر نفلیں بہت پڑھی ہیں (۲۰)

ع: تجھے اب یہ دل بھلا دے، مری روز و شب دعا ہے (۲۱)

ع: تری جان، جاں تھی میری، ترا دل بھی میرا دل تھا (۲۲)

یہ تمام مصرعے شاعر نے بحر ''رمل مثمن مشکول'' میں لکھ ڈالے ہیں۔ اور دوسری مثال میں ''نفلیں'' کی ''ف'' بھی متحرک کر دی ہے۔

بحر: ہندی/متقارب مثمن اثرم مقبوض محذوف مضاعف

ارکان: فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع

ا۔ جنگل کا باسی ہوں میں بستی کے جھمیلوں سے آزاد ص ۶۴

یہ بحر موسیقت سے پُر ہے اور خدائے سخن میرؔ کے ہاں کافی مستعمل ملتی ہے۔ شاعر نے صرف ایک بار آزمائی ہے اور کامیاب رہا ہے۔

بحر: ہزج مثمن مقبوض

ارکان: مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن

ا۔ مرے غنیمِ شہرِ دل بتا مجھے کہ کیا کہوں ص ۸۲

یہ نسبتاً کم مستعمل بحر ہے۔ شاعر نے بھی صرف ایک بار کامیابی سے نبھائی ہے۔

بحر: متقارب مثمن محذوف

ارکان: فعولن فعولن فعولن فعل

۱۔ غمِ دہر کی جو دہائی نہ دے　　　　ص ۱۰۲

شاعر نے اس بحر میں کوئی غلطی نہیں کی۔

II. شاعر:احسان شاہ

مجموعہ: مرا خواب زیرِ چراغ تھا

تعارف:

آپ کا نام احسان شاہ اور تخلص احسان ہے۔آپ کی پیدائش ۱۹۷۵ء کو گلگت میں ہوئی۔آپ نے بی۔ اے کی ڈگری پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی۔ ''شینا'' آپ کی مادری زبان ہے۔ ۹۰ کی دہائی سے شعر و سخن سے وابستہ ہیں۔ آپ کا مطالعہ خوب ہے۔آپ گلگت بلتستان کے نمائندہ شعرا میں گنے جاتے ہیں۔آپ گلگت کی فکری تحریک کا حصہ ہیں۔اب تک آپ کے دو شعری مجموعے ''برف کے صحراؤں میں'' اور ''مرا خواب زیرِ چراغ تھا'' شائع ہو چکے ہیں۔

عروضی مطالعہ

بحر: ہزج مسدس محذوف/مقصور

ارکان: مفاعیلن مفاعیلن فعولن/مفاعیل

۱۔ پکارو جب قرینے سے مدینے ص ۱۲

۲۔ رہیں گے خواب بے تعبیر کب تک ص ۱۵

۳۔ جو تیرے آستاں تک کا سفر ہے ص ۱۹

۴۔ جو ہونا ہے وہ اب ہو کر رہے گا ص ۲۳

۵۔ فلک کیوں تیرا در کھلتا نہیں ہے ص ۴۰

۶۔ ہوا ہے کس طرح اے یار غائب ص ۴۲

۷۔شبِ بیمار میرے سامنے ہے ص۵۴

۸۔ابھی معلوم تک پہنچا نہیں ہوں ص۵۶

۹۔یہی میری پزیرائی بہت ہے ص۵۸

۱۰۔یہ جو در بند ہیں وہ کب کھلیں گے ص۵۹

۱۱۔یہ جو دریا کے دھارے پر کھڑے ہیں ص۶۱

۱۲۔عجب اک وضع داری خاک میں ہے ص۷۰

۱۳۔یونہی چلنا ہمارا رائیگاں ہے ص۷۲

۱۴۔فلک الٹا ہوا توا ہے گویا ص۷۹

۱۵۔قیامت کا فسوں تھا، اب کہاں ہے ص۱۲۰

یہ اردو کی مشہور مسدس بحور میں سے ایک ہے۔شاعر کو اس بحر میں لکھتے ہوئے کوئی سہو نہیں ہوا۔اس بحر کے آہنگ پر شاعر کی گرفت شعوری یا لاشعوری طور پر نظر آتی ہے ۔

بحر: رمل مثمن سالم مخبون محذوف / مسکن

ارکان: فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن / فعِلن

۱۔کوئی سورج، کوئی مہتاب، مرے بس میں نہیں ص۲۸

۲۔لوگ بے چہرہ ہیں کس کام کے آئینے ہیں ص۴۶

۳۔رات بے ساختہ جب یاد تمہاری آئی ص۴۸

۴۔لوحِ ادراک کی تسطیر میں رکھا جائے ص۶۵

۵۔ نکہتِ بادِ صبا، سرو سمن، تیرا بدن ص۶۷

۶۔ شہر میں خون کی برسات ہوئی ہے پہلے ص۸۲

۷۔ اشک در اشک کہانی ہے بکھر جانے کی ص۸۶

۸۔ اتنی طاقت مرے شہپر میں اتر آئی ہے ص۸۹

۹۔ تشنگی خود پہ کبھی کی نہیں طاری ہم نے ص۹۲

۱۰۔ چپ کے زندان سے لفظوں کو رہائی دوں گا ص۹۸

۱۱۔ جب بھی آشفتہ سری اپنا ہنر کھولے گی ص۱۰۰

۱۲۔ جاگ اٹھے گا کوئی خاک میں سونے والا ص۱۰۱

۱۳۔ بدگمانی میں رہا دل کا مکیں میرے لیے ص۱۰۳

۱۴۔ کوئی خواہش نہیں ہوتی ہے مکمل اپنی ص۱۱۸

۱۵۔ آگیا آپ کی یادوں کا بلاوا صاحب ص۱۲۱

شاعر نے خوبی سے یہ بحر بھی نبھائی ہے۔

بحر: مجتث مثمن مخبون محذوف/ مسکن

ارکان: مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن/ فعِلن

۱۔ مکینِ عرش بریں کھل کے آشنائی دے ص۱۱

۲۔ سرشتِ خاک سے، بوئے لہو سے واقف ہیں ص۲۱

۳۔اسیرِ ہجر ہوں اک لمحہ وصال اچھال ص ۲۵

۴۔ ملا ہے حوصلہ تازہ پسِ شکست مجھے ص ۳۶

۵۔ خبر ملی ہے کہ پھر زندگی تلاش میں ہے ص ۵۲

۶۔ سحر کا نور جو شب کی جبیں سے نکلے گا ص ۶۳

۷۔ نظر جو غیب سے دامِ شہود میں آئی ص ۶۹

۸۔ عجیب شہر ہے، منظر ہیں آب گینے سے ص ۸۴

۹۔ یہ آئینہ بھی کوئی امتحان جیسا ہے ص ۹۰

۱۰۔ چراغ، پھول، ستارہ، دیا، پسِ دیوار ص ۹۶

۱۱۔ تمام شہر کو حیران کرنا چاہتا ہوں ص ۱۱۰

۱۲۔ حدودِ دائرۂ ممکنات سے نکلیں ص ۱۱۱

۱۳۔ مرے یقیں میں نمایاں ہے ایسی شے موجود ص ۱۲۳

بحرِ مجتث کی یہ مزاحف صورت بھی اردو شعرا کے ہاں کثرت سے مستعمل ملتی ہے۔ شاعر نے بھی یہ بحر پوری صحت کے ساتھ برتی ہے اور یہ اس کی پسندیدہ بحور میں سے نظر آتی ہے۔

بحر: خفیف مسدس مخبون محذوف/مقطوع

ارکان بحر: فاعلاتن مفاعلن فعلن/فعِلن

۱۔ اک یہی مشغلہ سلامت ہے ص ۱۷

۲۔ حرف کو شرفِ اعتبار دیا ص ۴۳

۳۔ سر سے نیزے کا واسطہ کیا ہے ص ۷۷

۴۔ نامکمل سی التجاہوں میں ص ۷۸

۵۔ آپ ہی اپنا ناخدا پانی ص ۱۰۵

یہ بھی اردو میں مستعمل مسدس بحور میں ایک ہے جس پر قدیم وجدید شعرا نے خوب اشعار کہے ہیں۔ شاعر کو اس بحر پر بھی مکمل عبور نظر آتا ہے اور کوئی سقم یا انحراف نہیں دکھتا۔

بحر: ہزج مثمن محذوف

ارکان: مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن فعولن

۱۔ بنا پیچھے مڑے کچھ لوگ بھاگے اور آگے ص ۱۴

۲۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے ساری شب کیوں سوچتے ہو ص ۲۷

۳۔ حقیقت یہ پسِ تحریر ہے اور کچھ نہیں ہے ص ۳۴

۴۔ میں اپنی لاش پر ماتم کناں تھا، شہر چپ تھا ص ۸۱

یہ بحر بھی اردو مستعملہ بحور میں سے ہے۔ شاعر نے بحر کے آہنگ کو خوبی سے نبھایا ہے اور کوئی سقم یا انحراف نہیں ملتا۔ یہ شاعر کی کم پسندیدہ بحور میں سے نظر آتی ہے۔

بحر: ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف/مقصور

ارکان: مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ فعولن/مفاعیل

۱۔ کھلتے ہی مرے لب پہ سر شام ترا نام ص ۳۰

۲۔ ہوتی ہی نہیں میری ملاقات مرے ساتھ ص ۳۲

۳۔ پھر جبر کااس آنکھ نے منظر نہیں دیکھا ص ۱۱۴

۴۔ لے جاؤں گا یہ وسعتِ ادراک تہہِ خاک ص ۱۱۲

شاعر نے یہ بحر بھی کم مگر خوب نبھائی ہے۔

بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف/ مقصور

ارکان: مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن/ فاعلات

۱۔ اذنِ سخن ملے تو ہر اک بول تول کر ص ۸۰

۲۔ جب سے ترے خیال کی چھاؤں میں آ گیا ص ۱۱۵

یہ بھی معروف بحور میں سے ہے شاعر نے یہاں بھی کوئی غلطی نہیں کی۔

بحر: جمیل مسدس سالم

ارکان: مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن

۱۔ ہر ایک لحظہ نڈھال رکھا گیا ہے ہم کو ص ۸۸

۲۔ خوشی لکھیں گے کہ بابِ عہدِ ستم لکھیں گے ص ۱۱۷

یہ بحر بھی شاعر کو زیادہ پسند نہیں مگر اغلاط سے پاک ہے۔

بحر: جمیل مربع سالم

ارکان: مفاعلاتن مفاعلاتن

۱۔ قدم قدم پر نیا سفر ہے ص ۱۰۷

۲۔ ہم اپنی تسکین چاہتے ہیں ص ۱۲۴

یہاں بھی کم مگر خوب کہا جا سکتا ہے۔

بحر: ہندی/متقارب مسدس اثرم مقبوض محذوف مضاعف

ارکان: فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع

۱۔ بے رنگ و بے آب نہیں ہو سکتے ہیں ص ۷۴

۲۔ کہنے کو تو خالی اپنا وار گیا ص ۷۶

یہ نہایت مترنم بحر بھی شاعر کے ہاں کم نظر آتی ہے۔

درجہ ذیل بحور شاعر نے صرف ایک ایک بار آزمائی ہیں:

بحر: رمل مسدس مخبون محذوف/مسکن

ارکان: فاعلاتن فعلاتن فعلن/فعِلن

۱۔ یونہی آتا تو نہیں چاک میں دم ص ۳۸

بحر: ہزج مربع محذوف/مقصور

ارکان: مفاعیلن فعولن/فعولان

۱۔ ہوا ہے یا خلا ہے ص ۴۴

بحر: کامل مسدس سالم

ارکان: متفاعلن متفاعلن متفاعلن

ا۔ کہیں روشنی کا سراغ تھا سو نہیں رہا ص ۵۰

بحر: رمل مسدس محذوف/مقصور

ارکان: فاعلاتن فاعلاتن فاعلن/فاعلات

ا۔جب جنوں سے استفادہ کر لیا ص ۹۴

بحر: ہندی/متقارب مربع اثرم مقبوض محذوف مضاعف

ارکان: فعلن فعلن فعلن فع

ا۔آنکھ میں دریا رہتا ہے ص ۱۰۹

III. شاعر: محمد امین ضیاء

مجموعہ: سروشِ ضیاء

تعارف:

آپ کا نام محمد امین اور ضیا تخلص ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۹۴۶ء کو گلگت میں ہوئی۔ آپ نے اردو میں ایم۔اے کر رکھا ہے آپ کو شعر و سخن سے لگاؤ بچپن سے تھا ابتدائی دور میں شینا زبان کو وسیلۂ اظہار بنایا پھر اردو شاعری کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ گلگت کے مستند شعرا میں سمجھے جاتے ہیں۔ اردو ڈرامہ نگاری بھی آپ کی شخصیت کا ایک اور درخشاں پہلو ہے۔ ادبی تنظیم ''حلقۂ ارباب ذوق سے منسلک ہیں۔ آپ کے اردو شعری مجموعے کا نام ''سروشِ ضیاء'' ہے۔

عروضی مطالعہ

بحر: مجتث مثمن مخبون مسکن

ارکان: مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

۱۔ مری مجال کو دو داد تو میں نعت کہوں — ص ۲

۲۔ سو بے خبر سہی تا حال اپنے حال سے میں — ص ۳

۳۔ ہے وقت صید، تیر اسن و سال جو بھی ہو — ص ۴

۴۔ جہاں رہو میں تمھاری خبر میں رہتا ہوں — ص ۶

۵۔ فرشتہ ہو گا کوئی شر سے دو بدو ہی نہ ہو — ص ۸

۶۔ ہیں دین دار تو انساں کا احترام کریں — ص ۹

۷۔ ہر اک سوال پہ کیوں اور واہ کہتے ہیں	ص ۱۱
۸۔ مری بیاض پہ گل کاریاں لہو کی ہیں	ص ۱۳
۹۔ یہ دل ہے پیارے جو بارِ دگر نہیں لگتا	ص ۱۵
۱۰۔ تمہارے نام سے پینا حلال ہے جاناں	ص ۱۷
۱۱۔ خدا کرے کہ ہو میرا سا حال تیرا بھی	ص ۲۲
۱۲۔ ہمیشہ حلقہ مرے گرد گل رخوں کا رہا	ص ۲۴
۱۳۔ تمھارے عشق میں یہ حال کیا ہوا میرا	ص ۲۸
۱۴۔ سخن کے سارے قرینوں میں تو نہیں ملتا	ص ۳۰
۱۵ ۔بجا ہے بحر میں ملاح ڈر کی بات کرو	ص ۳۴
۱۶۔ کوئی بہانہ مرا کام بھی نہیں آتا	ص ۴۶
۱۷۔ غلط غلط تیرے انوارِ رخ کا پرتو ہیں	ص ۴۷
۱۸۔ متاعِ زیست تمہارے دہن کی خوشبو ہے	ص ۴۸
۱۹۔ سنا ہے اس کے تبسم سے صبح ہوتی ہے	ص ۵۴
۲۰۔ ہے اعتراف، نہ جانوں تیری زبان کو میں	ص ۶۴
۲۱۔ جہاں کہیں میں رہوں وہ دیار میرا ہے	ص ۶۸
۲۲۔ اسے اگر نہ کبھی ناز و دلبری آئے	ص ۷۰

۲۳۔ ہماری عمر تو گزری ہے عاصیوں کی طرح ص ۷۲

۲۴۔ نہ تجھ سے ملتے، نہ ساغر شعار کر لیتے ص ۷۷

۲۵۔ سرائے دہر میں وہ بے مثیل ہوتے ہیں ص ۷۹

۲۶۔ جنھوں نے ہاتھ اٹھا کر سدا دعائیں دیں ص ۸۱

۲۷۔ میں رنجِ شب کو اکیلے بتاؤں جیسا ہے ص ۸۷

۲۸۔ نہ مجھ سے اتنا بھی جاناں کرو گریز بہت ص ۹۲

۲۹۔ مرے جنوں کا تعلق نہ اوجِ ماہ سے ہے ص ۱۰۰

۳۰۔ ہے زندگی تو ہماری، نصیب غیر کے ہیں ص ۱۰۲

۳۱۔ میں آئے دن تجھے جاناں قریب تر دیکھوں ص ۱۲۸

۳۲۔ زمیں کا باسی ہو، چاہیے وہ آسمان کا ہو ص ۱۳۰

۳۳۔ مرا وظیفہ ہے ہر وقت تجھ کو یاد کروں ص ۱۳۴

۳۴۔ ہے فصلِ گل تو دریدہ لباس تو ہو گا ص ۱۳۶

۳۵۔ ہماری سمت جہاں بھی خدنگ جستہ نہیں ص ۱۵۰

۳۶۔ خیال اس کا نہ سود و زیاں پہ رہتا ہے ص ۱۵۶

۳۷۔ جو کائنات میں ڈھونڈے اسے سنائی دے ص ۱۷۱

۳۸۔ بشر ہوں، بھول بھی سکتا ہوں سب کرم تیرے ص ۱۷۹

۳۹۔زبان ودل کا وظیفہ ہے اسمِ جاناں ہی ص۱۸۶

۴۰۔ بہار آنے سے پہلے ہی حال ایسا ہے ص۱۸۷

۴۱۔یہ خونِ اب ہے کہ تاثیرِ شیرِ مادر ہے ص۱۸۹

۴۲۔ترے مقام سے تھا آشنا عدو تیرا ص۱۹۳

۴۳۔ سمجھنے پایا اگر خوں فشانیاں میری ص۱۹۹

۴۴۔کسی نے سوچا ہے کیسے حسین سب کا ہے ص۲۰۹

یہ رواں بحر شاعر کی مرغوب ترین بحر معلوم ہوتی ہے جسے شاعر نے سب سے زیادہ برتا ہے۔اگرچہ بحر کے آہنگ کو نبھانے میں شاعر نے کافی بہتر کاوش کی ہے۔مگر کہیں کہیں شاعر چوک گیا ہے اور کچھ مصرعے آہنگ سے خارج لکھ دیے ہیں جو کہ درجہ ذیل ہیں:

ع: جو تیرا ہے وہ اس کا،اور اس کا سب تیرا(۲۳)

ع: خمارِ وصل میں جی لوں گا ققنس کی طرح (۲۴)

ع: بعوضِ دولتِ پندار ہم منالیں گے (۲۵)

ع: اگر وہ چاہیں تو بیک نگاہ کہتے ہیں(۲۶)

ان مصرعوں کے علاوہ شاعر نے کئی مصرعے آہنگ میں لانے کے لیے الفاظ کا غلط تلفظ برتا ہے۔ کبھی ناجائز سقوطِ حروف کے ذریعے اور کبھی ہجائے کوتاہ کو ہجائے بلند میں بدل کر، پیش ہیں:

ع: تجھے اے غیرت مریم ملال جو بھی ہو (۲۷)

ع: اے ناصحا! نہ کہو خدوخال جو بھی ہو (۲۸)

ع: دریدہ اتنا گریباں ہے کہ رفو ہی نہ ہو (۲۹)

ع: یہ مرحلہ بھی تقاضائے بشریت ہے ضیاء (۳۰)

ع: رہِ وفا بہت دشوار ہے گرہ میں رہے (۳۱)

ع: بہ فیضِ حسد ضیاء خیر خواہ کہتے ہیں (۳۲)

ع: تو ناز و نعم کا پروردہ، نازنیں، نازک (۳۳)

ع: ذرا سی دیر کو بھولوں اگر دھیان کو میں (۳۴)

ع: فقط سجود ہی علت ہو بشریت کی اگر (۳۵)

ع: میں اسپِ شوق کو دیتا ہوں مہمیز بہت (۳۶)

ع: زماں، مکان و ملکوت و انس، گریہ کناں (۳۷)

ان تمام مثالوں میں الفاظ کو غلط تلفظ کے ساتھ برتا گیا ہے جیسے لفظ ''اے'' کو ''آ''، ''کہ'' کو ''کی''، ''بشرّیت'' کو ''بشریَت''، ''بہت'' کو ''بُہ''، ''حسَد'' کو ''حسد''، ''نعَم'' کو ''نعم''، ''دھیان'' کو ''دھیَان''، ''مہمیز'' کو ''میہمیز'' اور ''ملکوت'' کو ''ملاکوت'' پڑھے بغیر مصرعے بحر کے آہنگ سے دور جا پڑتے ہیں۔

بحر: ہزج مسدس محذوف

ارکان: مفاعیلن مفاعیلن فعولن

۱۔ پہل کرتا ہوں اسمِ پاک رب سے — ص ۱

۲۔ میں مسجودِ ملائک بے گماں ہوں — ص ۶۱

۳۔ وہ پہلی بار جب گھر آ گیا تھا — ص ۷۶

۴۔ ہمیں بھی آج کوئی غم نہیں ہے ص۸۵

۵۔ پزیرائی جنوں کی ہو رہی ہے ص۱۱۶

۶۔ زمانے میں جنوں کی جو دوا ہے ص۱۴۴

۷۔ نشہ رندوں میں چھایا ہے جہاں میں ص۱۴۸

۸۔ مرے سینے پہ اس نے دست رکھا ص۱۵۲

۹۔ معطر آگیا موسم بہاری ص۱۵۷

۱۰۔ کسی سے خود کو مت بہتر سمجھنا ص۱۶۰

۱۱۔ اگر وہ درد کا خوگر نہیں ہے ص۱۷۴

۱۲۔ معطر قلب کا ماحول رکھنا ص۱۷۶

۱۳۔ وجودِ تیرہ میں منزل نفس کی ص۱۸۰

۱۴۔ تم اپنے حسن کا بھی مان رکھو ص۱۸۲

۱۵۔ تری آنکھوں کے گہرے پانیوں میں ص۱۸۵

۱۶۔ حرم تو مے کدے سے جست بھر ہے ص۱۹۵

۱۷۔ اگر تم اپنا عرفاں چاہتے ہو ص۱۹۷

۱۸۔ تری یادوں کے جگنو جگمگائے ص۲۰۵

یہ مختصر رواں بحر بھی شاعر کی مرغوب بحور میں سے ہے مگر شاعر نے یہاں بھی قواعدِ عروض کے خلاف حروف گرائے ہیں جن کی تفصیل درجہ ذیل ہے:

ع: ترس والا، کرم والا ہے سب سے (۳۸)

ع: بہ فیضِ مصطفٰی میں مسلماں ہوں (۳۹)

ع: خدا معلوم کہ میں خود کہاں ہوں (۴۰)

ع: سبحان اللہ قلم کی استواری (۴۱)

شاعر نے ان تمام مصرعوں میں الفاظ کا غلط تلفظ برتا ہے۔ ''ترس'' کو ''ترَس''، ''مسَلماں'' کو ''مسلماں'' (س ساکن)، ''کہ'' کو ''کی'' اور ''سبحان اللہ'' کو ''سبان اللہ'' باندھ کر آہنگ پورا کیا ہے۔

بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف

ارکان: مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن

۱۔ بے اضطراب زیست کا مفہوم خام ہے — ص۱۹

۲۔ مے ہے، بہار ہے، بت کافر کوئی تو ہو — ص۲۰

۳۔ زاہد کو حورِ خلد ہی فی الذات چاہیے — ص۳۸

۴۔ پیاسے کو آبِ عام بھی کوثر سے کم نہیں — ص۳۹

۵۔ نقشِ دل و جگر تری صورت کے پھول ہیں — ص۹۰

۶۔ ہم سا کوئی نہیں ہے تو تجھ سا بھلا کہاں — ص۱۰۴

۷۔ اپنی خطا کا آج تک انکار بھی نہیں — ص۱۱۴

۸۔ عاشق کو صبح و شام مئے و جام چاہیے — ص۱۱۷

۹۔ مجبور میں بہت سہی، مجبور تر نہیں — ص۱۱۹

۱۰۔دل بیچتا ہوں کوئی خریدار چاہیے	ص۱۲۲
۱۱۔ کیا کیا نہ ہو گئیں مری رسوائیاں نہ پوچھ	ص۱۲۶
۱۲۔ گر لمحہ میرے خیالوں میں آؤ گے	ص۱۵۳
۱۳۔ تیرا ظہور ہے تو ہمارے وجود سے	ص۱۶۲
۱۴۔اک بات سوچتے ہیں بلا شک سدا سے ہم	ص۱۶۵
۱۵۔ خلوت میں جو بھی بات کی تم سے غزل لگے	ص۱۸۸
۱۶۔ پتھراؤ کا تو ایک سبب ذہن ہی میں ہے	ص۱۹۲
۱۷۔ بھیگی رتوں میں ہم نے تماشا نہیں کیا	ص۱۹۶
۱۸۔اک قطرہ دل محیط کیا کائنات پر	ص۱۹۷

امین ضیاء نے یہ بحر بھی کئی بار آزمائی ہے اور یہ ان کی من پسند بحور میں سے ہے۔ مگر پہلے کی طرح اس میں بھی انہوں نے قواعد کے خلاف حروف گرائے ہیں۔ایک جگہ قافیے بھی نامناسب برتے ہیں، تفصیل درج ذیل ہے:

ع: ذوق تنوع باعث نیرنگی حیات(۴۲)

ع: رحمت تیری کہاں اور سزا و جزا کہاں (۴۳)

ع: رتبے کی اپنے آج تک مجھ کو خبر نہیں(۴۴)

ع: دل کا چمن تو سال بھر شاداب ہی رہا(۴۵)

ع: قاتل سے بھی رضا ہوا اور مقتول سے بھی خوش(۴۶)

ان تمام مصرعوں میں لفظ ''تنوع'' کی ''ع''، ''اور'' کی ''ور'' اور ''تک'' کی ''ک'' گرا کر ہی مصرعوں کو باوزن پڑھا جاسکتا ہے ورنہ بے وزن ہو جاتے ہیں۔

ع: تو نہ سہی، نہیں تو تیرا نام چاہیے (۴۷)

ع: صحرانورد قیس کو کچھ نہ کہوں اسے (۴۸)

ع: رخسار پر وہ تل مجھے کیوں نہ سجل لگے (۴۹)

ان تینوں مصرعوں میں شاعر نے کلمۂ نفی ''نہ'' کو ''نا'' یعنی ہجائے بلند باندھا ہے جب کہ عروض کے مطابق اسے فقط ''نَ'' کے وزن پر ہجائے کوتاہ باندھنا ہی جائز ہے۔

ع: لیکن شرف کی بات رہن سہن ہی میں ہے (۵۰)

ع: مہتاب چاہتوں کا ضیاء گہن ہی میں ہے (۵۱)

اس غزل میں شاعر نے لفظ '' صحن'' کے ساتھ ''رہن، سہن اور گہن'' قافیے برتے ہیں جب کہ ''صحن'' کے ساتھ یہ قوافی نہیں بنتے۔ صحن میں ''ح'' ساکن ہے جبکہ ''رہن، رہن، گہن'' میں ''ہ'' ہے اور متحرک بھی ہے۔

ع: ہیں بے لباس سارے، عصر وہ حمام ہے (۵۲)

یہاں شاعر نے لفظ ''عصر'' کو ''عَصَر'' (ص متحرک) کے وزن پر باندھا ہے۔

بحر: ہزج مثمن سالم

ارکان: مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

۱۔ کہیں پوچھا نہیں کہ ہم کو ان سے پیار کتنا ہے ص۲۶

۲۔ سبب اپنا ہے صید نالۂ شب گیر ہو جانا ص۳۳

۳۔ نظامِ شمس کا جھومر زمیں، زیور زمیں ہی ہے ص ۵۰

۴۔ وہ اپنی زلفِ دوتا سے مجھے آزاد کیا رکھے ص ۵۲

۵۔ وہاں بٹوارے کے حاصل کا اک عنوں بنایا ہے ص ۴۷

۶۔ پلاؤ خم کے خم نشہ مرا کافور ہے ساقی ص ۱۰۶

۷۔ میں شہرِ گل میں رہتا ہوں، ہے میرے چار سو خوشبو ص ۱۳۲

۸۔ تقاضا دردِ دل کا ہے کہ میں عرضِ ہنر کر لوں ص ۱۴۰

۹۔ کروں کیا مجھ کو اعداء کو بھی مہمانے کی عادت ہے ص ۱۴۶

۱۰۔ مجھے رہنے دو حالِ مست، میں پوشیدہ اچھا ہوں ص ۱۶۹

یہ سالم بحر بھی شاعر نے کافی مرتبہ آزمائی ہے، اغلاط کی نوعیت وہی ہے۔ تفصیل درجہ ذیل ہے:

ع: کبھی پوچھا نہیں کہ ہم کو ان سے پیار کتنا ہے (۵۳)

ع: تری محفل میں مانندِ شمع سب جل کے بجھتے ہیں (۵۴)

ع: اصل آزاد ہو تم، تم نے پاکستاں بنایا ہے (۵۵)

ع: یہ اب واعظ کہے کہ کس کو بہکانے کہ عادت ہے (۵۶)

ان تمام مصرعوں میں ''کہ'' کو ''کی''، ''شَمَّع'' کو ''شمع'' اور ''اصل'' کو ''اَصَل'' باندھا ہے جو غلط تلفظ ہے۔

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل بے وزن مصرعے بھی برتے گئے ہیں:

ع: گروہِ مے کشاں ہے یہ ضیا ہر روز بڑھتا جاتا ہے (۵۷)

ع: نگاہوں کے چراغوں کی دہک محسوس ہوتی ہے بآسانی(۵۸)

بحر: خفیف مسدس مخبون محذوف

ارکان: فاعلاتن مفاعلن فعلن

۱۔ دل کے زخموں کا چارہ کرتے ہیں ص۳۱

۲۔ دے کے احساس مجھ کو رونے کا ص۶۶

۳۔ درد کے چاک ہنس کے سی لوں میں ص۸۳

۴۔ حسن سب کا ادھار ہے جاناں ص۱۰۸

۵۔ خاک ہے لطف ویسے جینے میں ص۱۳۸

۶۔ اے شبِ ہجر آ گزاروں تجھے ص۱۴۹

۷۔ عیب جس کو ہنر سا لگتا ہے ص۱۸۳

۸۔ کس کی گلشن میں رونمائی ہے ص۱۹۰

۹۔ دل سے کہیے کہ جستجو نہ کرے ص۲۰۲

یہ مختصر اور مقبول بحر شاعر کے ہاں بھی کافی بار ملتی ہے۔ شاعر نے ایک جگہ مصرعہ بے وزن کر دیا ہے۔ پیش ہے:

ع: چوب کی زنگ زدہ کیلوں پر (۵۹)

مصرعہ کو باوزن کرنے کے لیے لفظ '' زنگ زدہ'' کو ''زنگ زادہ'' پڑھنا پڑتا ہے۔

بحر: رمل مثمن سالم مخبون محذوف

ارکان: فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

۱۔ باغِ ہستی میں سبھی رنگ تراشے تیرے	ص۴۱
۲۔ سامنے تیرے کسے تاب ہے گویائی کی	ص۴۴
۳۔ یہ بتاؤ کہ میں کب عیبِ سخن سے نکلوں	ص۵۷
۴۔ زعم تھا شوخیِ پرواز کا گھر سے نکلے	ص۸۹
۵۔ ہے مقدر ہی میں مرقوم جدا ہو جانا	ص۱۲۴
۶۔ ان سے ملنے کو دل ارمان بہت کرتا ہے	ص۱۵۵
۷۔ ایک ہم ہیں کہ کوئی شان نہیں رکھتے ہیں	ص۱۶۷
۸۔ جب مری یاد کے حجرے میں کبھی تو آئے	ص۱۷۳

شاعر نے یہ بحر بھی مناسب مرتبہ آزمائی ہے۔ اغلاط بھی زیادہ نہیں کیں۔ تفصیل پیش ہے:

ع: میرا ارمان کہ دامانِ وفا نہ چھوٹے (۶۰)

یہاں ''نہ'' کو ''نا'' کے وزن پر باندھا ہے جو کہ جائز نہیں۔

ع: گلِ صد رگ کی مانند ہوا دل مرا پارہ پارہ (۶۱)

یہ مصرعہ بے وزن ہو گیا ہے۔

بحر: رمل مثمن سالم محذوف

ارکان: فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

۱۔ جو قلم کی زد میں آئے، اس طرح منظر نہیں	ص ۹۴
۲۔ ماہ نکلا آسماں پر سیر کو اختر کے ساتھ	ص ۱۱۱
۳۔ شکرِ ایزد ہے کہ تلخابہ مقدر بن گئی	ص ۱۳۳
۴۔ ساز و ساماں عیش کے جتنے میسر ہو گئے	ص ۱۴۲
۵۔ ساغر و مینا، گل و گلزار کی باتیں کریں	ص ۱۶۴
۶۔ ذہن دل میں، دل نظر میں اور نظر تجھ ہی سے ہے	ص ۱۷۷
۷۔ سیرِ گلشن کرتے کرتے گام تک آ ہی گئے	ص ۱۹۵
۸۔ دل کے آنگن میں تمہاری یاد بیتابی سی ہے	ص ۱۹۸

شاعر اس بحر کے آہنگ کو خوش اسلوبی سے نبھانے میں کامیاب ہوا ہے۔ البتہ فقط ایک مصرعہ خلافِ قواعد برتا ہے۔ پیش ہے:

ع: میں یہی سمجھوں گا کہ تم پر نچھاور ہو گئے (۶۲)

یہاں شاعر نے لفظ ''کہ'' کو ہجائے کوتاہ کی بجائے ہجائے بلند باندھا ہے جو عروضی اعتبار سے جائز نہیں۔

درجہ ذیل بحور شاعر نے فقط ایک ایک بار برتی ہیں:

بحر: رمل مثمن مشکول مسکن

ارکان: مفعولُ فاعلاتن مفعولُ فاعلاتن

ا۔ ہستی حباب آسا، الفت ازل ابد کی ص۳۶

بحر: رجز مربع سالم

ارکان: مستفعلن مستفعلن

ا۔ محفل میں تیری گفتگو ص۲

بحر: متقارب مثمن محذوف

ارکان: فعولن فعولن فعولن فعل

ا۔ مرا ربط جنت نشینوں سے ہے ص۲۰۰

بحر: ہندی/متقارب مثمن اثرم مقبوض محذوف مضاعف

ارکان: فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع

ا۔ میں جاگوں یا سو جاؤں تم ہر دم میرے دھیان میں ہو ص۵۵

ایک مصرعہ بحر سے خارج ہو گیا ہے جو کہ پیشِ خدمت ہے:

ع: متعصب اذہان سے قضیے رنگ و نسب کے مٹ جائیں(۶۳)

پہلا رکن ''فعِلن'' آرہا ہے جو کہ بحر ہندی میں جائز نہیں۔

بحر: ہندی/متقارب مسدس اثرم مقبوض محذوف مضاعف

ارکان: فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع

ا۔ کیسی کیسی مدح نہ کہہ دی جاناں کی ص۹۸

درجہ ذیل مصرعے بے وزن ہو گئے ہیں:

ع: بانسری کی مدھر لے پر جی ڈولا (۶۴)

ع: میرے منڈیر پہ کہکشائیں اتری ہیں (۶۵)

ان کے علاوہ دو آزاد نظمیں بھی شاعر نے کہی ہیں جن کا احوال درجہ ذیل ہے:

ا: عروسِ وطن ص۹۶

بنیادی ارکان: فعولن، فاعلن، فعل

۲: پی بہشتی پی ص۲۰۶

بنیادی ارکان: فاعلاتن، فاعلن

IV. شاعر: حبیب الرحمٰن مشتاق

مجموعہ: کوئی موجود ہونا چاہتا ہے

تعارف:

آپ کا نام حبیب الرحمٰن اور تخلص مشتاق ہے۔آپ ۱۹۶۷ء میں گلگت کے محلہ کشروٹ میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم گلگت سے حاصل کی اور ایف۔اے کی سند کراچی سے لی۔ گلگت واپسی کے بعد علامہ اقبال اوپن یونیورسیٹی سے بی۔اے کا امتحان پاس کیا اور بعدازاں جامشورو یونی ورسٹی سندھ سے پرائیویٹ طالب علم کے طور پر معاشیات میں ایم۔اے کی سند حاصل کی۔ نوجوانی میں ہی شعری شعور پایا۔ صاحبِ مطالعہ شخصیت ہیں۔ مجموعہ ہائے کلام میں ''ہوا نے چوڑیاں پہنی ہوئی ہے'' اور ''کوئی موجود ہونا چاہتا ہے'' ابھی تک منظرِ عام پر آچکے ہیں۔

عروضی مطالعہ

بحر: رمل مثمن سالم مخبون محذوف

ارکان: فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

۱۔ وہ جو چاہے تو بھی مفرور نہیں رہ سکتا ص۲۷

۲۔ دشتِ غربت میں تقاضائے شکم جانتے ہیں ص۳۷

۳۔ دل کی وحشت کبھی اس گھر سے نکل جائے گی ص۴۳

۴۔ زندگی جن سے الجھتی ہے وہ غم زندہ ہیں ص۴۵

۵۔ زندگی خاک کے سینے میں اتر جائے گی ص۵۱

۶۔ دم لگاؤں دمِ فرقت تو دھواں گھومتا ہے ص۵۵

۷۔حال دل اپنا سناتے ہوئے ڈر جاتے ہیں ص۵۷

۸۔سگِ دنیائے ہوس ہے اسے مر جانے دو ص۸۱

۹۔اپنے جذبوں میں سمٹ کر میں بہت روتا ہوں ص۹۲

۱۰۔اذنِ ہجرت کی مرے پاؤں میں زنجیر سی ہے ص۱۰۱

۱۱۔نوحہٗ ضبط لکھوں یا ستمِ یار لکھوں ص۱۰۳

شاعر کی پسندیدہ ترین یہ بحر نہایت رواں ہے اور شاعر کی گرفت اس آہنگ پر کہیں ڈھیلی نہیں پڑی، خوب برتی ہے۔

بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف

ارکان: مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن

۱۔دکھ بھی وبال جان ہیں، غم بھی عروج پر ص۳۱

۲۔یاروں کے تن پہ دیکھیے چھالے پڑے ہوئے ص۳۹

۳۔بنتا ہوں ٹوٹتا ہوں کسی تال میں نہیں ص۴۷

۴۔وحشی ہوا جو کھولے ہوئے منہ جھپٹ گئی ص۴۹

۵۔بے صرفہ جائے ایسا کریں کام کس لیے ص۶۱

۶۔جینے کا حوصلہ ہے مگر اس کے بعد بھی ص۶۳

۷۔ہر سو حوادثات کا ڈر رہ گیا ہے کیا ص۶۵

۸۔رہرو بھی غم زدہ تھے، پریشان میں بھی تھا ص۸۹

شعرائے اردو میں بے حد مقبول یہ بحر شاعر کے ہاں بھی پسندیدگی کی سند رکھتی ہے۔ شاعر نے خوبی سے آزمائی اور نبھائی ہے۔

بحر: ہزج مسدس محذوف

ارکان: مفاعیلن مفاعیلن فعولن

۱۔ جگا دیتا ہے دل میں ڈر اچانک	ص۲۱
۲۔ رہِ سود و زیاں تک آ گیا ہے	ص۲۹
۳۔ فقط اک تیرا ہی در وا نہیں تھا	ص۵۳
۴۔ فلک جو کھل کے رونا چاہتا ہے	ص۶۷
۵۔ نقابِ رخ ہٹا کر بس ذرا سا	ص۶۹
۶۔ طبیعت اپنی گھبرائی ہوئی ہے	ص۷۷
۷۔ تیرے غم میں جو بادہ پی لیا ہے	ص۸۵
۸۔ عَلم سچ کا اٹھا نا رہ گیا ہے	ص۱۰۵

شاعر نے یہ مختصر بحر بھی کامیابی سے برتی ہے اور اغلاط سے پاک ہے۔

بحر: خفیف مسدس مخبون محذوف

ارکان: فاعلاتن مفاعلن فعلن

۱۔ کس کا رہتا ہے ڈر بتاؤں گا	ص۳۳
۲۔ کوہِ فرقت میں دب کے مر جاتے	ص۴۷

۳۔ تجھ سے پھر آ گہی رہے نہ رہے ص ۴۷

۴۔ عصرِ نو جب بھی ابتداؤں میں ص ۹۵

۵۔ مدتوں سے غبار میں گم ہیں ص ۹۹

۶۔ آسمانوں سے رابطہ کوئی نہیں ص ۱۰۹

۷۔ خواہشوں کا کفن اتار دیا ص ۱۱۳

شاعر کے ہاں یہ مختصر بحر پسندیدہ تر نظر آتی ہے۔ یہ آہنگ بھی شاعر نے سمجھا ہے۔ ایک جگہ قواعد کا خیال نہیں رکھا اور ناجائز سقوطِ حرف کیا ہے۔ مصرعہ درجہ ذیل ہے۔:

ع: تیری مرضی اے گردش دوراں (۶۶)

یہاں شاعر نے لفظ ''اے'' کو ہجائے بلند باندھا ہے جو کہ جائز نہیں۔ عروضی اعتبار سے اسے ''ا'' یعنی ہجائے کوتاہ باندھنا چاہیے۔

اسی طرح شاعر نے ایک غزل کی ردیف تجرباتی طور پر ''نہیں'' کی بجائے '' نئیں'' استعمال کی ہے جو کہ بحث طلب ہے جیسے:

ع: آسمانوں سے رابطہ کوئی نہیں (۶۷)

بحر: مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن

ارکان: مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

۱۔ اسیرِ کوچۂ حسان ہوں مرا اعزاز ص ۱۸

۲۔ نظر کو حسن سے جب واسطہ نہیں ہوتا ص ۲۵

۳۔ کوئی پڑھے مرے اندر کا باب آخر کیوں ص۴۱

۴۔ دکانِ شب سے ملے ہیں جو خواب میرے لیے ص۸۳

۵۔ مری قضا تری تکمیلِ آرزو ہی سہی ص۹۷

۶۔ جنوں ہے سر میں، لہو تیز ہو بھی سکتا ہے ص۱۱۱

شاعر نے یہ آہنگ بھی کافی بار استعمال کیا ہے اور کامیابی سے نبھایا ہے۔ عروض اور قواعد کی اغلاط سے مبرا ہے۔

بحر: ہزج مثمن محذوف

ارکان: مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن فعولن

۱۔ رعونت اوڑھ کے یہ شہر کیا ہونے لگا ہے ص۱۹

۲۔ وجودِ سچ سے دنیا بے خبر کب تک رہے گی ص۳۵

۳۔ انھیں تختِ رعونت سے اتر جانا پڑے گا ص۵۹

۴۔ تمھیں اے گل بدن جب ہو گوارا پھر ملیں گے ص۹۱

۵۔ اسیرِ گردشِ ایام تھا سو بجھ گیا میں ص۱۰۷

اس بحر کے نبھانے میں شاعر کو کچھ جگہ دھوکہ ہوا ہے اور کئی مصرعے ہزج مثمن سالم (مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن) میں جا پڑے ہیں جن کی تفصیل درجہ ذیل ہے:

ع: ہمیں آواز دیتے ہیں سفر کے انگنت رستے (۶۸)

ع: مآلِ زندگی معلوم اپنی خاک کو اک دن (۶۹)

ع: مچلتے پانیوں پر کشتیاں ٹھہرا نہیں کرتیں (۷۰)

ع: ہمارے دستِ قدرت میں کہاں ہے بخت کی ریکھا(۷۱)

ع: ہمیں بھائی نہیں ہر گز محبت میں اداکاری(۷۲)

بحر: ہزج مثمن سالم

ارکان: مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

۱۔ حصارِ خیر میں بیٹھا ہوا ہوں شر نہیں لگتا ص ۳۲

۲۔ چلیں میخانہ ہم شاید ذرا تسکین مل جائے ص ۷۵

یہ سالم بحر شاعر نے صرف دو مرتبہ آزمائی ہے اور نبھانے میں کامیاب رہا ہے۔

بحر: ہندی/متقارب اثرم مقبوض محذوف

ارکان: فعلن فعلن فعلن فعلن

۱۔ تیری یاد میں بہہ جاتی ہیں ص ۲۳

۲۔ ہاتھوں کو تلوار کیا ہے ص ۹۳

یہ رواں بحر شاعر نے فقط دو بار استعمال کی ہے اور کوئی غلطی نہیں کی۔

مندرجہ ذیل بحور شاعر نے فقط ایک ایک بار برتی ہیں اور نبھائی ہیں:

بحر: رمل مسدس مخبون محذوف مسکن

ارکان: فاعلاتن فعلاتن فعلن

۱۔ لب ہلاتے ہوئے ڈر لگتا ہے ص ۷۱

بحر: رمل مثمن محذوف

ارکان: فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

ا۔ میں جہانِ غم کا باسی، یار کی دنیا الگ ص۸۷

شاعر نے ایک آزاد نظم بھی کتاب کا حصہ بنائی ہے جو کہ درجہ ذیل ہے:

بحر: ہزج

بنیادی رکن: مفاعیلن

ا۔ عجب توقیر افزائی ص۹۷

V. شاعر: اکبر حسین نحوی

مجموعہ: حرفِ رفو

تعارف:

آپ کا نام اکبر حسین اور تخلص نحوی ہے۔ آپ ۱۹۶۲ء کو ضلع نگر میں پیدا ہوئے۔ آپ نے گورنمنٹ پرائمری سکول چھلت سے میٹرک کی۔ انٹر میڈیٹ گورنمنٹ کالج گلگت سے کرنے کے بعد بی۔ اے اردو کالج کراچی سے کی اور بلوچستان یونی ورسٹی کوئٹہ سے ایم۔ اے اردو کی سند حاصل کی۔ آپ شعبۂ تعلیم سے وابستہ ہیں اور اس وقت ڈپٹی ڈائریکٹر ایجوکیشن شگر بلتستان کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ابھی تک آپ کا ایک اردو شعری مجموعہ ''حرفِ رفو'' کے عنوان سے چھپ چکا ہے۔

عروضی مطالعہ

بحر: مجتث مثمن مخبون مسکن

ارکان: مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

۱۔ زمانہ جب بھی خزانوں پہ جان دیتا ہے	ص۴۸
۲۔ خیال و دانشِ شاعر میں آج ندرت ہے	ص۵۸
۳۔ چلو کہ ممبرِ پالاں کی آج بات کریں	ص۶۲
۴۔ جو شہرِ علم کا در ہے وہ در حسین کا ہے	ص۶۵
۵۔ چھمر بکو روہ لیلائے کوہسار ہے جو	ص۱۱۹
۶۔ قلم کے نطق سے رنگِ چمن میں بات کریں	ص۱۲۷

۷۔ ہم آئے بزم میں تیری ہی داستاں لے کر ص ۱۴۱

۸۔ کبھی تو فیض کی برسات عام ہو جائے ص ۱۴۷

۹۔ چمن کو، تن کو، سجایا کبھی مزاروں کو ص ۱۶۹

۱۰۔ مطافِ ذات سے چل کر قیام کرتا ہوں ص ۱۸۳

۱۱۔ ضمیر ضربِ شجاعت کی داد پائیں گے ص ۱۹۲

۱۲۔ شروع ہوا جو بشر کا سفر محبت سے ص ۱۹۶

۱۳۔ میں ایک کرمکِ بے مایہ کس شمار میں ہوں ص ۱۹۸

۱۴۔ ضمیرِ ذات پہ جب امتحان بوئیں گے ص ۲۰۲

۱۵۔ عجیب رنگ دکھاتا ہے آدمی کا نصاب ص ۲۰۷

۱۶۔ سمیٹ بیٹھے ہیں دامن میں صبح و شام کے دکھ ص ۲۱۰

۱۷۔ زمیں کے راز بشر پر کھلے تو عام کھلے ص ۲۱۴

۱۸۔ رہِ حیات مرے درد سر سے کٹتی ہے ص ۲۲۰

۱۹۔ جنوں کی راہ میں جب تک سراب زندہ ہے ص ۲۲۳

۲۰۔ ترے پیام کو مخفی نہ نامہ بر رکھتے ص ۲۳۰

۲۱۔ ضمیر دے کے کبھی مرد، زر نہیں رکھتے ص ۲۳۴

۲۲۔ مقامِ رہبر و رہزن اگر نہیں معلوم ص ۲۳۷

مذکورہ بحر اردو کی کثرت سے مستعمل بحور میں سے ایک ہے اور شاعر کی پسندیدہ بحر ہے۔ شاعر کو کئی جگہوں پر بحر کے آہنگ میں اشتباہ ہوا ہے اور کئی مقامات پر شاعر نے حروف کا ناجائز سقوط کیا ہے۔ ان اسقام وانحرافات کی تفصیل کچھ یوں ہے:

ناجائز سقوطِ حروف:

ع: خدا نے رکھ دیے گردش میں آیتیں چار پانچ (۷۳)

ع: چمن کا راگ الاپتا ہے گلگتی کا نصاب (۷۴)

ع: آزادرَو ہے تعجب ہے باز کی نسبت (۷۵)

مذکورہ بالا مصرعوں میں شاعر نے بالترتیب لفظِ ''چار'' کو ''چر''، ''الاپتا'' کو ''الپتا'' اور ''آزاد'' کو ''آزد'' باندھا ہے جو کہ نہ صرف عروضی اعتبار سے جائز نہیں بلکہ الفاظ کا صوتی حسن بھی گہنا دیتا ہے۔

اشتباہِ آہنگ:

شاعر کو اکثر اس بحر کے استعمال کے دوران اشتباہ ہوا ہے اور اسے بحر رمل سالم مخبون محذوف (فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن) سے ملا دیا ہے۔ مصرعے درجہ ذیل ہیں:

ع: منعموں کو رہِ ترحیم میں لانے کے لیے (۷۶)

ع: صدق کو کھا گئی تقریر کی بے ہودہ چڑیل (۷۷)

بعض اوقات شاعر کو جزوی اشتباہ ہوا ہے اور کہیں مصرعے کے صدر یا ابتداء میں اور کہیں حشوِ دوم میں ''مفاعلن'' کی جگہ ''فعلاتن'' باندھا ہے جیسے:

ع: کتنی پرمایہ غریبوں کی نان ہوتی ہے (۷۸)

ع: قرعۂ فال بنامِ کریم خاں نکلا(۷۹)

ع: رحم کو طفل کا فردوسِ مدعا لکھ دوں(۸۰)

ع: تجربہ گاہِ کمالات ہے زمیں اپنی(۸۱)

ع: یوں محبت کے پرندے کو رام کرتا ہوں(۸۲)

ع: کھڑا ہے چابکِ دو شاخہ لیے سر پہ ضمیر(۸۳)

شاعر نے ایک بے وزن مصرعہ بھی باندھا ہے جو کسی مستعملہ بحر میں نہیں:

ع: منارۂ جمالیات ہے علی کا نصاب(۸۴)

بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف مقصور

ارکان: مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن /فاعلات

۱۔ مخلوق پر تصرفِ اولیٰ نبی کا ہے	ص۴۳
۲۔ حق بانٹتا ہے فرش پہ دامانِ فاطمہ	ص۶۳
۳۔ان کے لیے ہوئی ہے یہ بزمِ سخن درست	ص۷۰
۴۔اٹھ ہم نشیں یہ بخت سنورنے کی رات ہے	ص۷۱
۵۔ گر شہر سوگوار ہے، ہم سوگوار ہیں	ص۱۱۰
۶۔ لشکر کو کربلا میں اتارا تھا، چھن گیا	ص۱۳۰
۷۔ کاتب بشر کا کعبۂ دل سے فرار دیکھ	ص۱۴۰

۸۔اک جست میں کمالِ جوانی تک آ گئے ص ۱۴۲

۹۔تو حسن ہے نگاہِ جوانی کی قید میں ص ۱۵۰

۱۰۔اہل وطن نے عیش کی تدبیر ڈھونڈ لی ص ۱۵۲

۱۱۔جو چیزیوں میں نقدِ حیا بانٹتے گئے ص ۱۸۰

۱۲۔مجھ سے بہار میں مرا من کون لے گیا ص ۱۸۲

۱۳۔وہ دن بھی اب شریف گھرانوں میں آ گئے ص ۱۸۶

۱۴۔بستی کو اپنی پریم کہانی پسند ہے ص ۱۸۷

۱۵۔آئی بہار پھر سے بیاں داستاں ہوئی ص ۱۹۹

۱۶۔شامل حجاب ہے تیری الفت کے باب میں ص ۲۰۵

۱۷۔پیغامِ گل ہے قاصد خوباں، صبا کے پاس ص ۲۰۸

۱۸۔آدم کے گرد سود زیاں کا حصار دیکھ ص ۲۱۲

۱۹۔خورشیدِ دل کو مرکز و محور بنایئے ص ۲۲۱

۲۰۔بارے نسیم رنگِ چمن کا وقار رکھ ص ۲۲۷

۲۱۔ہم سے فلک حکایتِ روح و بدن نہ پوچھ ص ۲۳۴

یہ بحر بھی شاعر کی من پسند بحور میں سے معلوم ہوتی ہے لیکن یہاں بھی شاعر سے اشتباہ ہوا ہے۔ شاعر نے اس بحر کو کہیں مکمل طور پر اور کہیں جزوی طور پر بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف (مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ فعولن) سے ملا دیا ہے جس کی تفصیل یوں ہے:

مکمل اشتباہ:

ع: آیات کی رم جھم میں ولایت کے کھلے پھول(۸۵)

ع: یہ شب گرہِ ظلمتِ وقت کھلنے والی(۸۶)

اگرچہ دوسرے مصرعے میں لفظ ''وقت'' کی ''ت'' بھی ناجائز گرائی گئی ہے۔

جزوی اشتباہ:

بحر کے آخری رکن یعنی ضرب و عروض میں بحروں کے آہنگ میں اشتباہ کے باعث شاعر ''فاعلن'' کی بجائے ''فعولن'' لایا ہے جو کہ ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف (مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ فعولن) کا رکنِ آخر ہے جیسے:

ع: اشکوں کی موتیوں کی لڑی مولنے والی(۸۷)

ع: عرفان وآگہی کی زباں بولنے والی(۸۸)

ع: سینے میں انماء کی شراب گھولنے والی(۸۹)

اگرچہ یہاں لفظ'' شراب'' کو بھی ''شرب'' باندھا ہے جو کہ سراسر غلط ہے۔

ع: اب رحمتوں کے دیپ جلانے کے لیے آ(۹۰)

ع: دنیا سے کفر وشر مٹانے کے لیے آ(۹۱)

ع: وحشی کو داد مل گئی خدام حرم سے(۹۲)

شاعر نے ناجائز سقوطِ حروف بھی کثرت سے برتا ہے جس کی مثالیں درجہ ذیل ہیں:

ع: کس نے کہا تھا شوق سے آستیں میں مار رکھ(۹۳)

ع: گلگت ہے شب گزیدہ دیوؤں کے حصار میں(۹۴)

ع: عباس علی و اکبر و تنویر باوفا(۹۵)

ع: کچھ بدنصیب جفا کے کمانوں میں آ گئے(۹۶)

ع: تجھے سونپ کر بہار میں کاغذ کے پھول کچھ (۹۷)

ع: دانستہ طور پر وہ نادانی پسند ہے (۹۸)

ع: تو فرقہ واریت کے تنازعے ہزار رکھ(۹۹)

ان مثالوں میں ''آستیں کو ''آستیں''، ''دیوؤں''کو''دؤں''، ''عباس علی''کو''عباسلی''(یعنی ع گرا کر)، ''بد نصیب''کو''بدنصب''، ''تجھے''کو''تجھ''، ''نادانی'' کو''ندانی'' اور''تنازعے'' کو''تنازے'' باندھا ہے۔

اس کے علاوہ کچھ مصرعے بے وزن بھی ہو گئے ہیں جو کسی مستعملہ بحر میں نہیں آتے جیسے:

ع: ذریعۂ روزگار ہے انسان کا لہو(۱۰۰)

ع: جو سروِ ذریّتِ زہرا تھا، چھن گیا(۱۰۱)

ع: نحوی نظر کے واسطے حقیقتِ جمال(۱۰۲)

بحر: رمل مثمن سالم مخبون محذوف مسکن

ارکان: فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

ا۔ لبِ فطرت کو تھی پیشانیِ محسن کی تلاش ص۵۰

۲۔ سوچ کو راہ دکھاتے ہیں ترے ماتم سے ص۶۰

۳۔ خون کی دھار سے لوہے کو نچانے والے ص۶۶

۴۔ سچ کی بھٹی سے ابھرتا ہے سلگتا شاعر ص ۹۲

۵۔ بزمِ احرار کی جرات کا ترانا حیدر ص ۱۳۲

۶۔ وہ معلم جسے ملت کا امیں کہتے ہیں ص ۱۳۳

۷۔ تو مرا دوست توانا بھی ہے کچھ اور بھی ہے ص ۱۳۴

۸۔ ہیچ ہر چیز ہے ساقی کی عطا سے پہلے ص ۱۳۸

۹۔ شہر ڈھونڈیں گے شہیدوں کے لہو کی خوشبو ص ۱۴۸

۱۰۔ سطحِ دریا جو مئے سادہ ہے بینائی کی ص ۱۶۲

۱۱۔ ہمیں اے دوست بہر حال گزرنا ہو گا ص ۱۷۶

۱۲۔ ڈوبنے کے لیے تہذیب کے دریاؤں میں ص ۱۷۸

۱۳۔ دل کا اندھا کبھی بینا نہیں ہونے والا ص ۱۹۴

۱۴۔ کیا خبر ہم کو کہ وہ ابرِ کرم آیا ہو ص ۲۰۴

۱۵۔ شورِ زنجیر بتائے گا کہ کیا رکھتے ہیں ص ۲۱۶

۱۶۔ عمر کے ساتھ تری یاد میں دل جاتا ہے ص ۲۲۶

۱۷۔ وہ جو دریا ہے سمندر سے لپٹ جائے کہیں ص ۲۲۹

۱۸۔ حکم یہ ہے مرا ایمان مرے ساتھ رہے ص ۲۳۵

یہ رواں بحر بھی شعراء کے ہاں مقبول ہے اور شاعر کی بھی پسندیدہ بحور میں سے ہے۔ شاعر کو اس بحر میں بھی کئی مسائل کا سامنا رہا ہے۔ جن کی تفصیل درجہ ذیل ہے:

ناجائز سقوطِ حروف:

ع: آبشار قطعہ ہموار پہ قربان ہوئے (۱۰۳)

ع: حافظ و قائم و جواد و شکور، مرد خطیب (۱۰۴)

ع: رضا کی لوری بہتّر کو سنانے والے (۱۰۵)

ع: ہوپر والے اسے استادِ ذہیں کہتے ہیں (۱۰۶)

ع: ہوپر والے بھی محمد کو نہ پہچان سکے ہیں اب تک (۱۰۷)

ع: ذات سے ذات تک منزل کا سفر ہے درپیش (۱۰۸)

ع: سور کی مدح سے نحوی نے ادھار کھایا ہے (۱۰۹)

ع: ہمیں اے دوست بہر حال گزرنا ہو گا (۱۱۰)

ان تمام مصرعوں میں حروف کا ناجائز سقوط کیا گیا ہے۔ جیسے بالترتیب ''آبشار'' کو ''آبشر''، ''شکور'' کو ''شکر''، ''رضا'' کو '' رَضَ''، ''ہوپر'' کو ''ہُ پ''، ''تک کا'' کو ''تکا''، ''سوَر'' کو ''سُور''، ''ادھار'' کو ''اُدھر'' اور ''اے'' کو ''آ'' باندھا گیا ہے۔

آہنگ کا اشتباہ:

شاعر کو کئی جگہ اس بحر پر بحرِ مجتث مثمن مخبون (مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن) کا اشتباہ ہوا ہے جیسے:

ع: بجا ہے فخر کرے دشت اپنے تاروں پر (۱۱۱)

ع: بدل گیا ہے بدلتا رہے نصاب حیات (۱۱۲)

شاعر کو کئی دفعہ جزوی اشتباہ ہوا ہے اور مصرعہ کے حشوِ دوم میں ''فعلاتن'' کی جگہ ''مفاعلن'' لے آئے ہیں جیسے:

ع: بہرِ تعظیم خموشی کے ہم زبان ہوئے(۱۱۳)

ع:ارض نے فخر کیا آج ریگزاروں پر(۱۱۴)

ع:ہو گیا گوشہ نشیں مرکزِ زمیں وزمن(۱۱۵)

ع:اس سے سن وجد میں پیغامِ آشنا نحوی(۱۱۶)

ع: فصل تیار ہوئی جب بھی پارسائی کی(۱۱۷)

کچھ مصرعوں میں شاعر بحر میں ایک رکنِ حشو(فعلاتن)اضافی لائے ہیں جیسے :

ع: یہ محمد ﷺ کی غلامی کا نتیجہ ہے محمد ﷺ بے شک(۱۱۸)

ع:ہو پرِ والے بھی محمد ﷺ کو نہ پہچان سکے ہیں اب تک(۱۱۹)

بحر:خفیف مسدس مخبون محذوف/مقطوع

ارکان: فاعلاتن مفاعلن فعلن/فعِلن

۱۔دیکھنا ہو تو راکا پوشی دیکھ ص۱۲۴

۲۔شب کے زیرِ اثر گئے جگنو ص۱۴۳

۳۔ اے فریبِ نظر غرور نکل ص۱۴۵

۴۔گل کی رگ رگ پہ انگلی رکھ کر ص۱۵۳

۵۔سارے پتھر سمیٹ کر ناداں ص۱۵۴

۶۔پیار کے آنسوؤں سے کاڑھے ہیں ص۱۶۰

۷۔ درد، دستار سے سوا نہ ہوا ص ۱۷۴

۸۔ جو تمنا بہار خواب میں ہے ص۱۸۵

۹۔ ساز کے راستے نہیں معلوم ص۱۸۹

۱۰۔ راستے سینکڑوں سخاوت کے ص ۱۹۰

۱۱۔ جانے کیوں سیم وزر سے دور نہیں ص۲۱۸

۱۲۔ درد کے دم سے مسیحائی ہے ص۲۳۹

۱۳۔ اونچے ٹاور کے خط وخال سے بیچ ص۲۴۱

اگرچہ شاعر نے یہ بحر بھی کثرت سے استعمال کی ہے مگر اس بحر پر بھی شاعر کی گرفت ڈھیلی نظر آتی ہے اور اسے دوسری بحروں کا دھوکہ ہوا ہے۔ کہیں تو بالکل بے وزن کہہ دیا ہے۔ سقوطِ حروف کا قاعدہ یہاں بھی ملحوظ نظر نہیں آتا:

اشتباہِ آہنگ:

شاعر کو دو بحروں سے اشتباہ ہوا ہے پہلی بحر مجتث مثمن مخبون محذوف ہے جو اگرچہ مثمن ہے مگر ارکان کی یکسانیت کے باعث شاعر کو دھوکا ہوا ہے۔

بحر خفیف مسدس مخبون(فاعلاتن مفاعلن فعلن)

بحر مجتث مثمن مخبون محذوف (مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن)

بحر مجتث کے صدر یا ابتدا میں صرف ایک اضافی رکن ''مفاعلن'' کے علاوہ بحر کا آہنگ اور ارکان ایک جیسے ہیں جس نے شاعر کو دھوکے میں ڈال دیا ہے۔ اشتباہ کی تفصیل درجہ ذیل ہے:

ع: جوازِ عشق و محبت مرا ضرور نکل (۱۲۰)

ع: رہے نہ سلطنت جسم کی عمل داری(۱۲۱)

ع: کمالِ فطرتِ انساں کا یہ تقاضا ہے (۱۲۲)

ع: ترے بغیر چمن بے نصاب ہوتا ہے(۱۲۳)

ع: نہ دے سکا ہے ترقی تجھے لباس جدید (۱۲۴)

ع: قبائے صوفِ شبانی میں سوئے طور نکل (۱۲۵)

دوسری بحر شاعر کو جس سے اشتباہ ہوا ہے وہ ہے بحر رمل مسدس مخبون (فاعلاتن فعلاتن فعلن)۔ یہاں بھی دونوں بحور میں صرف ایک رکن کا فرق ہے شاعر نے آہنگ کی قربت کے باعث دھوکا کھایا ہے:

ع: میں درندوں سے نہیں ہوں شاید (۱۲۶)

ع: درد کے دم سے مسیحائی ہے(۱۲۷)

ع: اپنی ملت کے تنِ خاکی پر(۱۲۸)

شاعر نے کچھ مصرعے بے وزن بھی کہے ہیں جو کسی مستعملہ بحر میں نہیں:

ع: اے روحِ ناب و ناصبور نکل(۱۲۹)

ع: کتابِ حسنِ بے سطور نکل(۱۳۰)

ع: تو بوئے مشکِ لاشعور نکل(۱۳۱)

ایک مصرعہ میں شاعر نے ناجائز سقوطِ حرف بھی کیا ہے:

ع: جب کہ فریاد چاہ سے واقف ہوں (۱۳۲)

یہاں لفظ ''چاہ'' کے ''الف'' کو گرا کر ''چہ'' باندھا ہے جو کہ جائز نہیں۔

بحر: ہزج مثمن سالم

ارکان: مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

۱۔ ثناخوانی میں بھی یکتاہوا مولا خدا تیرا	ص ۴۱
۲۔ ہوا محبوب آدم عیشِ جنت سے نکلنے سے	ص ۸۳
۳۔ ہوئی جب پیار کی قندیل مدھم تو نہیں چونکا	ص ۹۸
۴۔ بشر سرمایۂ صبحِ ازل کا خاص مظہر ہے	ص ۱۰۴
۵۔ بچھڑنے کا نہ تھا کچھ حوصلہ مجھ میں بھی ماں تجھ سے	ص ۱۰۷
۶۔ فریبِ لب کشائی میں نہ آؤں تو بجا کہہ دوں	ص ۱۳۵
۷۔ بڑے انمول ہیں پر نرخِ نیلام گھر میں رہتے ہیں	ص ۱۵۸

یہ اردو میں مستعمل سالم بحور میں سے ایک مترنم بحر ہے۔ شاعر نے اس بحر کے آہنگ کو خوبی سے نبھایا ہے اور کوئی غلطی سرزد نہیں کی۔ البتہ ایک دو جگہوں پر سقوطِ حروف میں عروضی اصولوں سے انحراف کیا ہے جو کہ درجہ ذیل ہیں:

ع: حسین نحوی بھی سنتا ہے رفو کی داستاں مجھ سے (۱۳۳)

ع: بڑے انمول ہیں پر نرخِ نیلام گھر میں رہتے ہیں (۱۳۴)

ع: قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑے گا لمحے لمحے پر (۱۳۵)

یہاں شاعر نے بالترتیب ''حسین'' کو ''حُسی''، ''نیلام'' کو ''نیلم'' اور '' پھونک پھونک'' کو ''پھک پھونک'' باندھا ہے جو کہ جائز نہیں اور الفاظ کا صوتی حسن بھی بگڑ رہا ہے۔

بحر: ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف/مقصور

ارکان: مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ فعولن/مفاعیل

۱۔ یارب مجھے اظہار کی جاگیر عطا کر	ص ۳۷
۲۔ جہلاّ کی بستی میں تجھے ڈھونڈ رہے ہیں	ص ۴۴
۳۔ کہسار کے رخسار پہ آثار ترے ہیں	ص ۱۶۴
۴۔ کیوں خوش ہو مرے درد کی گرمی کو سلا کر	ص ۱۶۷
۵۔ صدیوں سے تعاقب میں ہیں ہم دیپ جلا کر	ص ۲۰۱

شاعر نے اس بحر میں بھی کچھ کلام کہے ہیں مگر یہاں بھی شاعر کے ہاں آہنگ کا اشتباہ اور حروف کے سقوط سے متعلق اغلاط نظر آتی ہیں جو کہ درجہ ذیل ہیں:

آہنگ کا اشتباہ:

ع: جھکتے سروں کو تابعِ یکتا بنالیا (۱۳۶)

یہ مصرعہ بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف (مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن) میں چلا گیا ہے۔

ع: احسان کم نہیں ترا ارباب جبیں پر (۱۳۷)

یہاں حشوِ اول میں شاعر ''مفاعیلُ'' کی جگہ ''فاعلاتُ'' لائے ہیں۔ یعنی پھر دونوں مذکورہ بحور میں تساہل ہوا ہے۔

اس کے علاوہ شاعر نے یہاں بھی سقوطِ حروف سے متعلق عروضی قواعد کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھا جیسے:

ع: ہے دال پہ دال علت بے مثل جبیں پر (۱۳۸)

یہاں تقطیع میں لفظ ''علت''، کی ''ع'' گر رہی ہے۔

ع: تو نور ہے اور تیری محبت کے طفیل ہم (۱۳۹)

یہاں لفظ ''ہم'' کی ''ہ'' گر رہی ہے جو قواعدِ تقطیع کے خلاف ہے۔

بحر: رمل مسدس مخبون محذوف/ مسکن

ارکان: فاعلاتن فعلاتن فعلن/ فعِلن

۱۔ ہم سے بگڑی ہے ہماری دنیا ص۱۱۳

۲۔ دھوپ کے خواب سہانے جیتے ص۱۲۱

۳۔ ایک جنت پہ گزارا نہیں ہونے والا (اشتباہِ آہنگ) ص۱۷۱

۴۔ شب صنعت کے ستارے چمکے ص۱۷۳

شاعر نے یہ مسدس بحر بھی دو چار بار برتی ہے مگر شاعر اپنے اشتباہ آہنگ کے مسئلے سے یہاں بھی دو چار نظر آتے ہیں اور اس بحر کو بحر خفیف مسدس مخبون محذوف سے ملا دیا ہے۔ ودنوں بحروں کے آہنگ ملتے جلتے ہیں اور عموماً مبتدی دھوکہ کھا جاتے ہیں۔:

بحر رمل مسدس مخبون محذوف: فاعلاتن فعلاتن فعلن

بحر خفیف مسدس مخبون محذوف: فاعلاتن مفاعلن فعلن

اشتباہ کی تفصیل درجہ ذیل ہے:

ع: شاعرِ نکتہ داں نے لمحوں میں (۱۴۰)

ع: اپنا سایا پرایا دھن ٹھہرا (۱۴۱)

ع:اجتماع کا بشر پہ ہو سایا(۱۴۲)

یہاں لفظ ''اجتماع''کی ''ع''بھی گرائی ہے جو جائز نہیں۔

ع: آدمی خوشبوؤں کا جھونکا ہے(۱۴۳)

ع:اور دنیا ھلاپ کا چھایا(۱۴۴)

لفظ ''چھایا''مؤنث ہے۔

ع: عذر سے متصف ہے وہ بچہ (۱۴۵)

ع: جس نے ماں کی رحم کو تڑپایا(۱۴۶)

لفظ ''رحم'' میں ''ح'' ساکن ہے جسے متحرک باندھا ہے، جائز نہیں۔

ع:سب سے بڑھ کر حسین کہلایا(۱۴۷)

ع: آدمی خوار ہو گیا نحوی(۱۴۸)

ع: جب بھی آدابِ دیں سے ٹکرایا(۱۴۹)

ع: جب بھی عسرت کا دیو للکارے(۱۵۰)

ع: تھول تن اور آدمی دل ہیں(۱۵۱)

ع: کیوں نہ تو اپنے دل کو چمکارے(۱۵۲)

ایک مصرعہ تو رمل مثمن مخبون محذوف (فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن) میں چلا گیا ہے:

ع:ایک جنت پہ گزارا نہیں ہونے والا (۱۵۳)

ایک مصرعہ بے وزن ہو گیا ہے:

ع: کشتِ غمو جوت نے سلیٹی میوے(۱۵۴)

دو اشعار میں قواعدِ عروض کے خلاف حروف گرائے اور متحرک کیے گئے ہیں:

ع: فصلِ سرما جسے نہ دھتکارے(۱۵۵)

لفظ ''نہ'' کو ہجائے بلند ''نا'' باندھا ہے جو کہ جائز نہیں۔

ع: رضا کہہ دے تو رضا کیا دوگے(۱۵۶)

مصرعہ کے صدر میں ''رضا'' کو ''رَضَ'' باندھا ہے جو جائز نہیں۔

بحر: ہزج مسدس محذوف/مقصور

ارکان: مفاعیلن مفاعیلن فعولن

۱۔ شمیم کربلا آئی نہیں کچھ ص ۴۵

اس بحر کو شاعر نے فقط ایک مرتبہ برتا ہے اور آہنگ کو خوبی سے آزمایا ہے۔ایک جگہ عروضی قواعد کا خیال نہیں رکھا جو کہ درجہ ذیل ہے:

ع: جھکے نہ دل تو پیشانی نہیں کچھ (۱۵۷)

یہاں لفظ ''نہ'' کو ہجائے بلند یعنی ''نا'' باندھا ہے جو کہ جائز نہیں۔اسے ''نَ'' کے وزن پر ہجائے کوتاہ باندھنا چاہیے۔

بحر: زمزمہ/متدارک مثمن مضاعف

ارکان: فعِلن فعلن فعِلن فعلن فعِلن فعلن فعِلن فعلن

ا: مایوس نہ ہو یارانِ چمن وہ رنگ گلستاں آئے گا ص۷۵

شاعر اس مترنم بحر کو بھی نبھانے میں خاصا کامیاب رہا ہے صرف ایک مصرعے کے صدر میں غلطی کر بیٹھا ہے جو کہ درجہ ذیل ہے:

ع: حادث و قدیم سب جھگڑے ہیں اور اہلِ کلام کی ڈھینگیں ہیں (۱۵۸)

یہاں لفظ ''حادث'' کو ''حادیث'' پڑھنا پڑے گا۔ یعنی مصرعے میں ایک ساکن حرف کی کمی ہے اور ''قدیم'' کو ''قدم'' پڑھنا پڑے گا یعنی ایک ساکن حرف کی زیادتی ہے۔

بحر: جمیل مربع سالم

ارکان: مفاعلاتن مفاعلاتن

ا۔ شہرِ ہستی کا میں بوناتھا ص۷۸

شاعر اس بحر کو نبھانے میں بری طرح ناکام نظر آتا ہے اور قریب قریب پورا کلام بے وزن ہے۔

بحر: رجز مثمن سالم

ارکان: مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن

ا: رہتی ہے دائم اے خدا، انسان کے من پر سوار ص۹۹

شاعر اس آہنگ کو نبھانے میں کامیاب رہا ہے۔

بحر: رمل مسدس محذوف مقصور

ارکان: فاعلاتن فاعلاتن فاعلن/فاعلات

ا: مومنو ٹوٹیں گے خود لات و منات ص۱۶۵

شاعر نے یہ بحر بھی کامیابی سے نبھائی ہے۔

بحر: ہندی/متقارب مسدس مضاعف

ارکان: فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع

ا: دادو دہش کا ساگر مجھ پر ختم ہوا   ص ۲۲۴

شاعر نے اس بحر کو بھی صرف ایک بار استعمال کیا ہے اور ایک جگہ آہنگ پر قابو نہیں رکھ پائے اور اضافی رکن لائے ہیں:

ع: ہنسنا، رونا، جینا، مرنا، جوش میں ہوش سمونا (۱۵۹)

گلگت کے ان منتخب صاحبِ کتاب شعرا کے عروضی مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس دور افتادہ علاقے کے شعرا بھی بہت اچھا عروضی شعور رکھتے ہیں۔ اردو کی تمام معروف بحور سے نہ صرف واقف ہیں بلکہ ان میں اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کی بھی قدرت رکھتے ہیں۔ اگرچہ ان شعرا کے ہاں عروضی مسائل بھی نظر آتے ہیں مگر ان کا تناسب مایوس کن نہیں۔ اس کے علاوہ اس خطے کے شعرا کا عروضی شعور وقت کے ساتھ ساتھ گہرا اور پختہ ہوتا نظر آتا ہے۔

حوالہ جات

۱: برچہ، شیر باز علی ، مجلہ کارواں، ص۱۷۱

۲: طارق، خوشی محمد، خواب کے زینے، ایس ٹی پرنٹرز، راولپنڈی، ۲۰۰۰ء، ص۵۹

۳: ایضاً، ص۶۰

۴: ایضاً، ص۳۶

۵: ایضاً، ص۹۵

۶: ایضاً، ص۶۳

۷: ایضاً، ص۹۹

۸: ایضاً، ص۶۷

۹: ایضاً، ص۶۷

۱۰: ایضاً، ص۸۵

۱۱: ایضاً

۱۲: ایضاً

۱۳: ایضاً، ص۸۶

۱۴: ایضاً

۱۵: ایضاً

۱۶: ایضاً

۱۷: ایضاً، ص۸۹

۱۸: ایضاً، ص۹۱

۱۹: ایضاً، ص۱۱۷

۲۰: ایضاً

۲۱: ایضاً

۲۲: ایضاً

۲۳: ضیا، محمد امین، سروشِ ضیا، ایس ٹی پرنٹرز، راولپنڈی، ۲۰۱۰ء، ص۲

۲۴: ایضاً، ص۳

۲۵: ایضاً، ص۵

۲۶: ایضاً، ص۱۱

۲۷: ایضاً، ص۵

۲۸: ایضاً

۲۹: ایضاً، ص۸

۳۰: ایضاً، ص۷

۳۱: ایضاً، ص۱۲

۳۲: ایضاً

۳۳: ایضاً، ص۲۲

۳۴: ایضاً، ص ٦۴

۳۵: ایضاً، ص ٦۵

۳٦: ایضاً، ص ۹۳

۳۷ : ایضاً، ص ۲۱۰

۳۸: ایضاً، ص ۱

۳۹: ایضاً، ص ٦۱

۴۰: ایضاً، ص ٦۲

۴۱: ایضاً، ص ۱۵۹

۴۲: ایضاً، ص ۴۰

۴۳: ایضاً، ص ۱۰۴

۴۴: ایضاً، ص ۱۱۹

۴۵: ایضاً، ص ۱۵۴

۴٦: ایضاً، ص ۱٦۵

۴۷: ایضاً، ص ۱۱۷

۴۸: ایضاً

۴۹ : ایضاً، ص ۱۸۸

۵۰: ایضاً، ص ۱۹۲

۵۱: ایضاً

۵۲: ایضاً، ص۱۹

۵۳: م ایضاً، ص۲۶

۵۴: ایضاً، ص ۵۲

۵۵: ایضاً، ص۵۷

۵۶: ایضاً، ص۱۴۷

۵۷: ایضاً، ص۱۰۷

۵۸: ایضاً، ص۱۴۷

۵۹: ایضاً، ص۸۳

۶۰ : ایضاً، ص۵۸

۶۱: ایضاً، ص۴۴

۶۲ : ایضاً، ص۱۴۳

۶۳: ایضاً، ص۵۶

۶۴ : ایضاً، ص۹۸

۶۵: ایضاً

۶۶: مشتاق، حبیب الرحمٰن، کوئی موجود ہونا چاہتا ہے، نوید حفیظ پریس لاہور، ۲۰۱۲ء، ص۹۹

۶۷: ایضاً، ص۱۰۹

۶۸: ایضاً،ص۵۹

۶۹: ایضاً،ص۶۰

۷۰: ایضاً

۷۱: ایضاً

۷۲: ایضاً،ص۹۱

۷۳: نحوی،اکبر حسین، حرفِ رفو،الجوادپر نٹرز،راولپنڈی،۲۰۱۶ء،ص۴۹

۷۴: ایضاً،ص۲۰۸

۷۵: ایضاً،ص۲۱۱

۷۶: ایضاً،ص۲۰۸

۷۷: ایضاً

۷۸:ا یضاً،ص۱۲۰

۷۹:ا یضاً،ص۱۲۸

۸۰:ا یضاً،ص۱۲۹

۸۱: ،ایضاًص۱۴۷

۸۲: ایضاً،ص۱۸۴

۸۳: ایضاً،ص۲۱۰

۸۴: ایضاً،ص۲۰۸

۸۵: ایضاً، ص ۶۳

۸۶: ایضاً، ص ۱۷

۸۷: ایضاً

۸۸: ایضاً

۸۹: ایضاً

۹۰: ایضاً، ص ۴۷

۹۱: ایضاً

۹۲: ایضاً، ص ۱۴۰

۹۳: ایضاً، ص ۲۲۷

۹۴: ا یضاً، ص ۱۱۲

۹۵: ایضاً، ص ۱۳۱

۹۶: ایضاً، ص ۱۸۶

۹۷: ایضاً، ص ۱۸۲

۹۸: ایضاً، ص ۱۸۷

۹۹: ایضاً، ص ۲۲۷

۱۰۰: ایضاً، ص ۱۱۲

۱۰۱: ا ایضاً، ص ۱۳۱

۱۰۲: ایضاً، ص۲۰۰

۱۰۳: ایضاً، ص۵۲

۱۰۴: ایضاً، ص۵۳

۱۰۵ :ایضاً، ص۶۷

۱۰۶: ایضاً، ص۱۳۳

۱۰۷: ایضاً، ص۱۳۴

۱۰۸: ایضاً، ص۱۷۸

۱۰۹: ایضاًص۲۰۴

۱۱۰: ایضاً، ص۱۷۶

۱۱۱: ایضاً، ص۵۲

۱۱۲: ایضاً، ص۲۳۶

۱۱۳: ایضاً، ص۵۲

۱۱۴: ایضاً

۱۱۵: ایضاً، ص۵۴

۱۱۶: ایضاً، ص۱۳۹

۱۱۷: ایضاً، ص۱۶۲

۱۱۸: ایضاً، ص۱۳۴

۱۱۹: ایضاً

۱۲۰: ایضاً، ص۱۴۵

۱۲۱: ایضاً

۱۲۲: ایضاً، ص۱۴۵

۱۲۳: ایضاً، ص۱۴۶

۱۲۴: ایضاً

۱۲۵: ایضاً

۱۲۶: ایضاً، ص۱۷۴

۱۲۷: ایضاً، ص۲۳۹

۱۲۸: ایضاً

۱۲۹: ایضاً، ص۱۴۵

۱۳۰: ایضاً، ص۱۴۶

۱۳۱: ایضاً

۱۳۲: ایضاً، ص۱۸۹

۱۳۳: ایضاً، ص۱۰۹

۱۳۴: ایضاً، ص۱۵۸

۱۳۵: ایضاً، ص۱۵۹

۱۳۶ : ایضاً، ص ۴۴

۱۳۷: ایضاً

۱۳۸ : ایضاً

۱۳۹ : ایضاً، ص ۱۶۴

۱۴۰: ایضاً، ص ۱۱۶

۱۴۱: ایضاً، ص ۱۱۷

۱۴۲: ایضاً

۱۴۳: ایضاً

۱۴۴: ایضاً

۱۴۵: ایضاً

۱۴۶: ایضاً

۱۴۷: ایضاً، ص ۱۱۸

۱۴۸: ایضاً

۱۴۹: ایضاً

۱۵۰: ایضاً، ص ۱۲۳

۱۵۱: ایضاً

۱۵۲: ایضاً

۱۵۳: ایضاً، ص۱۷۱

۱۵۴: ایضاً، ص۱۲۱

۱۵۵: ایضاً، ص۱۲۳

۱۵۶: ایضاً، ص۱۷۲

۱۵۷: ایضاً، ص۴۷

۱۵۸: ایضاً، ص۷۷

۱۵۹: ایضاً، ص۲۲۴

باب سوم

بلتستان کے منتخب اردو شعرا کا عروضی مطالعہ

الف: بلتستان: ایک تعارف

بلتستان پاکستان کے شمال میں واقع دیو ہیکل پہاڑوں میں گھری ایک وادی ہے۔ اس کے شمال میں عوامی جمہوریہ چین، مشرق اور جنوب مشرق میں بھارت ہے۔ یہ خطہ سطحِ سمندر سے تقریباً ۸۰۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ ۱۹۴۸ کو ڈوگرہ راج سے آزادی حاصل کرنے بعد پاکستان سے الحاق کیا۔ بلتستان چار اضلاع پر مشتمل ہے جس میں کھرمنگ، شگر، گانچھے اور سکردو شامل ہیں۔ بلتستان ڈویژن ۲۰۰۰۷ مربع کلع میٹر پر محیط ہے اور اس کی آبادی ساڑھے پانچ لاکھ ہے۔ اس خطے کا صدر مقام سکردو ہے۔

ب: بلتستان میں اردو شاعری کا آغاز وارتقا:

بلتی زبان بلتستان میں بولی جانے والی سب سے بڑی زبان ہے۔ اس کی ابتدا ساتویں صدی بتائی جاتی ہے۔ اس زبان کا اپنا رسم الخط تھا جسے ای۔گے کہا جاتا ہے۔ مگر فی الوقت اس رسم الخط کے لکھنے اور پڑھنے والے افراد سے بلتستان تقریباً خالی ہے۔

۱۳۷۳ء میں اسلام کی آمد کے ساتھ مبلغین کے توسط سے فارسی اور عربی زبان کا ورود ہوتا ہے اور بلتی زبان بھی اس کے اثرات جذب کر لیتی ہے۔

اشاعتِ اسلام نے یہاں کے لوگوں کی زندگی بدل کرر کھ دی۔ نہ صرف سماجی وسیاسی اعتبار سے بلکہ ادبی موضوعات اور اصناف پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے۔

اس حوالے سے نادرہ زیدی لکھتی ہیں:

''ایرانی اثر کے تحت بلتستان کے شعرانے فارسی زبان میں بہت زیادہ دلچسپی لی۔۔۔آہستہ آہستہ زبان اور شاعری میں فارسی الفاظ بہت استعمال ہونے لگے۔رفتہ رفتہ فارسی اور بلتی آمیزش سے بات کی زبان نے رواج پایا''(۱)

چودھویں صدی میں سید علی ہمدانی کی تصنیف ''المودۃ القربا'' میں عربی وفارسی رسم الخط کا استعمال ملتا ہے۔اسی طرح سید محمد نور بخش کشمیر کے راستے بلتستان آئے اور یہی صورت حال مذہبی تصانیف پر اثرانداز ہونے لگی۔

گویا مبلغین اسلام اور ان کی تصانیف نہ صرف فارسی و عربی میں لکھی گئیں بلکہ بلتی زبان بھی فارسی رسم الخط میں لکھی جانے لگی۔

شہنشاہ اکبر کے زمانے تک صورت حال ایسی ہی رہی۔اس کے بعد کشمیر پر افغانوں کے قبضے کے بعد بھی فارسی زبان اس علاقے میں پھلتی پھولتی رہی۔

انیسویں صدی میں مہاراجہ رنجیت سنگھ ان علاقوں کی طرف بڑھا۔وہ فارسی کی نسبت اردو زبان کو ترجیح دیتا تھا۔ دربارِلاہور کے اثر سے اس کے دربار میں بھی اردو زبان پھلنے پھولنے لگی۔اس حوالے سے ڈاکٹر عظمیٰ سلیم اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں لکھتی ہیں: ''مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار سنبھالنے کے بعد اگرچہ سرکاری زبان فارسی ہی رہی مگر فارسی سے کامل بہرہ مند نہ ہونے کے باعث اردو زبان اس کے دربار میں عام بول چال کے لیے رائج تھی''(۲)

مہاراجہ گلاب سنگھ کی فوجیں ۱۸۴۰ء میں بلتستان داخل ہوتی ہیں تو اردو سرکاری زبان بن جاتی ہے۔

۱۸۹۲ء میں سکردو میں سکولوں کا قیام عمل میں آیا تو اردو کو تعلیمی زبان کا درجہ بھی دیا گیا۔یوں بلتستان میں اردو پوری آب وتاب کے ساتھ پھلنے پھولنے لگی۔

بلتستان میں پہلے اردو شاعر جن کے شعری نمونے دستیاب ہوئے ہیں وہ مراد علی خان اماچہ ہیں۔۱۸۵۵ء کے لگ بھگ کاان کا یہ شعر دستیاب ہوا ہے:۔

محبوب و یار و یاور جو کچ کہ ہو سی زر ہے

مادر، پدر، برادر جو کچ کہ ہو سی زر ہے

مراد کے بعد دوسرے اردو شاعر راجہ محمد علی شاہ بیدلؔ (۱۸۹۹ء) نظر آتے ہیں۔آپ اردو میں قصیدہ، مرثیہ اور نوحہ وغیرہ لکھتے تھے مگر بد قسمتی سے آپ کا بہت کم کلام دستیاب ہے۔آپ کی ایک منقبت کا حوالہ ڈاکٹر عظمیٰ سلیم نے دیا ہے جس کے کچھ اشعار پیش ہیں: ۔

''سردارِ اولیا ہے مشکل کشا ہمارا

محبوبِ کبریا ہے مشکل کشا ہمارا

دوشِ نبی پہ چڑھ کر جس نے بتوں کو توڑا

وہ قوتِ خدا ہے مشکل کشا ہمارا''(۳)

ڈاکٹر عظمیٰ سلیم کی تحقیق کے مطابق پاکستان کے شمالی خطوں میں اردو ادب کے اولین نمونے بلتستان سے ہی ملتے ہیں جن میں منقبت، قصیدہ، نوحہ اور قطعات وغیرہ شامل ہیں۔

بلتستان میں اردو ادب کی ترویج کا دوسرا دور ۱۹۲۵ء کے لگ بھگ سے شروع ہوتا ہے جب مولوی تبتی ایک دینی کتاب ''تحفۂ تبت من اہل سنت'' لکھتے ہیں۔آپ دینی تعلیم کے لیے بلتستان سے ہندوستان جاتے ہیں اور وہاں اردو زبان سے متاثر ہوتے ہیں۔ واپسی پر آپ اردو زبان میں یہ دینی عقائد پر مشتمل مختصر سی کتاب لکھتے ہیں جس میں فارسی اور عربی اقتباسات بھی شامل ہوتے ہیں۔اس کتاب کی زبان اور اسلوب عام فہم ہوتا ہے جس کی وجہ سے عوام میں جلد مقبول ہو جاتی ہے۔اس

کے اثر سے پھر مزید دینی کتب اردو میں تصنیف ہوتی ہیں جن میں مولوی حمزہ علی کی کتاب ''فلاح المومنین''، ''نور المومنین'' اور''' دعوتِ صوفیہ نور بخشیہ'' سامنے آتی ہیں اور اردو کتب کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

۱۹۲۹ء میں مولانا عبدالرحیم دیوبند سے کشمیر آتے ہیں اور اردو میں وعظ و نصیحت کے حوالے سے مشہور ہو جاتے ہیں۔اس کا اثر گلگت بلتستان تک بھی پہنچ جاتا ہے یہاں تک کہ مدارس کی زبان اردو بن جاتی ہے۔اسی دور میں راجہ محمد علی شاہ صباؔ کے مطابق ۱۹۴۵ء میں راجہ محمد غریقؔ آف کریس کی ایک مخمس ملتی ہے جو کہ یہاں کی شاعری میں مخمس کا اولین نمونہ ہے۔اسے مخمسِ غدیریہ کا نام دیا جاتا ہے، چند اشعار درجہ ذیل ہیں:

آج صہبائے ولائے اہلِ دل مدہوش ہے

بادہ نوشانِ محبت کو مئے سرجوش ہے

برلبِ خمِ غدیری بانگ نوشانوش ہے

کنت مولاہ کا درآویزہ ہر گوش ہے

آج دنیا میں امیر المومنین پیدا ہوا

اسی دور میں تحریکِ آزادی کا جوش نوجوانوں کو بھی متاثر کرتا ہے۔اور مزاحمتی ادب فروغ پاتا ہے۔غلام مہدی مرغوب نے ایک طویل مزاحمتی نظم تخلیق کی جو کہ اب دستیاب نہیں۔اسی انقلابی اثر کے تحت اس خطے کے نوجوان اخبارات میں لکھنے لگتے ہیں جن میں سید محرم علی شاہ گنگ چھے سے اخبار زمیندار کے نمائندے بھی قرار پاتے ہیں۔

اس دور کے بعد تھیٹر یہاں اردو ادب کے فروغ کا ایک بنیادی ذریعہ بن جاتا ہے۔سکردو میں ڈرامیٹک کلب کی بنیاد پڑتی ہے جس میں آغا حشر کاشمیری، ابراہیم جلیس اور منشی دل محمد لکھنوی وغیرہ اور مقامی فن کاروں کے تحریر کردہ ڈرامے پیش کیے جاتے ہیں۔اس دور کے آخر میں یہاں نصابی کتب کی تخلیق ہوتی ہے جو یہاں اردو ادب کے فروغ میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔

اردو زبان وادب کا تیسرا دور قریب ۱۹۵۰ء سے شروع ہوتا ہے۔اس دور میں سکردو کی مساجد اور امام بارگاہوں میں اردو تقاریر کا آغاز ہوتا ہے۔ایک اہم پیشرفت اس دور میں اخوند محمد تقی کی دکان کا دارالمطالعہ بن جانا بھی ہے جس میں اردو اخبارات اور کتب مطالعے کے لیے دستیاب ہوتی ہیں۔

کشمیر سے ملازمت کے سلسلے میں یہاں وارد ہونے والوں میں اکثریت شعرا کی ہوتی ہے جس سے یہاں طرحی مشاعروں کا آغاز ہوتا ہے۔۱۹۴۹ء میں میجر حسین خان سکردو ہسپتال میں سرجن تعینات ہوتے ہیں جو مریضوں کی ذہنی صحت کے لیے ایک ہال بنواتے ہیں جہاں آغا حشر، شوکت جلیس اور شوکت تھانوی وغیرہ کے ڈرامے اسٹیج کیے جاتے ہیں۔

اس کے بعد اردو زبان وادب کی ترقی کی رفتار تیز تر ہو جاتی ہے اور ۱۹۷۰ء تک آتے آتے ادبی انجمنوں کا قیام، سینما کا قیام اور افسانے کی ابتدا جیسے اہم مراحل طے ہو جاتے ہیں۔

۱۹۵۸ء میں ہائی سکول سکردو میں چاند تارا کلب کا قیام ہوتا ہے جس کا مقصد بچوں میں اردو بولنے لکھنے کی صلاحیت پیدا کرنا ہوتا ہے۔

اسی دور میں سکردو میں پہلی ادبی انجمن شائقینِ ادب کے نام سے قائم ہو جاتی ہے۔

۶۰ کی دہائی میں درسی کتب کی اشاعت کا سلسلہ تیز تر ہو جاتا ہے۔۱۹۶۶ میں رانا محمد شفیع "رہنمائے اساتذہ"، ۱۹۶۹ میں حشمت اللہ اور خواجہ مہرداد سکولوں کے لیے اردو گرائمر ترتیب دیتے ہیں۔

۱۹۷۰ ء کے بعد شاہراہِ ریشم کے ذریعے گلگت بلتستان کا تعلق ملک کے دیگر علاقوں سے ہو جاتا ہے جس سے اردو زبان وادب کی ترقی تیز تر ہو جاتی ہے۔۱۹۸۹ میں محمد روزی نے شبیر پرنٹنگ پریس کے نام سے سکردو میں مطبع کھولا جس کی بدولت نصابی و غیر نصابی کتب کی اشاعت کا سلسلہ تیز تر اور سہل ہو گیا۔

اسی سال سکردو اور گلگت میں ریڈیو کا قوام عمل میں آیا جس میں مقامی زبانوں کے ساتھ اردو زبان میں بھی پروگرام شروع ہوئے اور عوام ادب کی بہت سی اصناف سے روشناس ہوئے۔

۱۹۸۴ ءمیں سکردو میں معروف ادبی تنظیم حلقۂ علم وادب کا قیام عمل میں آیا جس میں اس دور کے معروف ادباو شعرا شامل تھے۔اس تنظیم کے روح رواں غلام حسن حسنی مرحوم، حسن حسرت اور سید اسد زیدی وغیرہ نے ریڈیو اور دیگر مقامات پر مشاعروں کے ذریعے ایک ادبی ماحول گرمایا اور دیکھتے ہی دیکھتے نئے لکھاریوں کا ایک گروہ سامنے آنے لگا۔

۱۹۹۹ ءمیں حلقۂ علم وادب دو انجمنوں میں منقسم ہو گیا جن میں معروف ادبی تنظیم بزمِ علم و فن اور بہارِ ادب شامل ہیں۔یہ انجمنیں تاحال فعال ہیں اور ادب کی خدمت میں مصروفِ عمل ہیں۔

۲۰۱۴ ءمیں معروف نوجوان شاعر ذیشان مہدی کی قیادت میں فکر سوشل فورم کا قیام ہوا۔یہ سماجی وادبی تنظیم بھی تاحال متحرک ہے۔

۲۰۱۹ ءمیں نوجوان شعرائے بلتستان نے مطلعِ ادب پاکستان کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد ڈالی جس کا مقصد نوجوان ادبا کی تربیت ہے۔یہ انجمن بھی نوجوان شاعر ہاتف علی نصیر کی سرپرستی میں فعال ہے۔

ج: عروضی مطالعہ

I. شاعر: سید اسد زیدی (مرحوم)

مجموعہ: رنگِ شفق

تعارف:

نام سید اسد اور زیدی تخلص کرتے تھے۔آپ کھرمنگ کے ایک سادات گھرانے میں پیدا ہوئے۔آپ نے وکالت کی تعلیم حاصل کی اور متحرک سیاسی شخصیت بھی رہے۔آپ ناردرن ایریاز کونسل کے رکن بھی رہے۔سیاست نے اواخر عمری میں ادب سے کچھ دور کر دیا تھا۔آپ کا ایک شعری مجموعہ ''رنگِ شفق'' کے نام سے ۱۹۸۶ ءمیں چھپا۔آپ کو گلگت بلتستان کا پہلا صاحبِ کتاب اردو شاعر بھی مانا جاتا ہے۔

عروضی مطالعہ

بحر: خفیف مسدس مخبون محذوف

ارکان: فاعلاتن مفاعلن فعلن

۱۔ روٹھ کر وہ اگر گیا ہو گا	ص ۱۰
۲۔ جلوۂ حسنِ یار تو ہی بتا	ص ۱۲
۳۔ اب تو مشکل وصال ہے گویا	ص ۱۴
۴۔ تیرا عہدِ شباب کیا کم ہے	ص ۱۶
۵۔ کیا یہ دوری ہے، کیا یہ نزدیکی	ص ۲۰
۶۔ میرے مالک، یہ عاشقی کیا ہے	ص ۳۱
۷۔ عشق سے زندگی منظم ہے	ص ۴۱
۸۔ تیرا ہر رنگ دلربا جیسا	ص ۵۹
۹۔ بزمِ ساقی میں جام کی باتیں	ص ۶۷
۱۰۔ ان کی صورت گلاب جیسی ہے	ص ۷۶
۱۱۔ حسن کی آب وتاب کی باتیں	ص ۸۴
۱۲۔ ان کی آنکھیں ہیں مست پیمانہ	ص ۸۶
۱۳۔ اشک سے زخمِ دل بھرا تو نہیں	ص ۹۵

۱۴۔دل میں پھر رقصِ آرزو کیا ہے ص۱۰۱

یہ شاعر کی پسندیدہ ترین بحر ہے۔ شاعر نے اسے بخوبی نبھایا ہے۔ آہنگ اور قواعدِ عروض کی اغلاط سے پاک ہے۔

بحر: رمل مثمن محذوف

ارکان: فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

۱۔زندگی کی راہ میں وہ رہنما ہو جائے گا ص۸

۲۔رام کی باتیں کرو، رحمان کی باتیں کرو ص۲۱

۳۔جس کے مرغانِ چمن نغمے سنا دینے لگے ص۲۹

۴۔اہلِ دل تھا، دیدہ ور تھا، وہ بڑا بے باک تھا ص۳۲

۵۔مے کشو اب مے کدے میں جام کی باتیں کرو ص۳۹

۶۔قسمتِ مزدور پر اب چھا گیا سرمایہ دار ص۴۳

۷۔ ذکر چھیڑا پھر کسی نے زلفِ عنبر بار کا ص۵۰

۸۔اب کہاں چرچا ہے تیرے دیدہ مخمور کا ص۵۷

۹۔آگ ہے سورج کی کرنوں میں، ہوائیں گرد ہے ص۶۶

۱۰۔لالہ و گل کے حسیں انداز کی باتیں کرو ص۹۳

۱۱۔آج پھر ذکرِ پری اندام ہونا چاہیے ص۱۰۶

شاعر کے ہاں یہ بحر بھی خاصی مقبول نظر آتی ہے۔ شاعر نے نہایت چابک دستی سے آزمائی اور نبھائی ہے۔

بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف

ارکان: مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن

۱۔ زورِ جنوں سے حسن کرامات ہو تو ہو — ص۱۱

۲۔ ہاتھوں میں جام، ابر فضا میں، دلوں میں درد — ص۲۰

۳۔ قلب و نگاہ میں تری تصویر ہی تو ہے — ص۲۳

۴۔ دل میں نہیں ہے جراتِ اظہار کیا کریں — ص۴۹

۵۔ خوش رنگ، خوش نما تھا، بڑا دل پزیر تھا — ص۷۱

۶۔ کس پھول کی کمی ہے بتادے خدا مجھے — ص۷۳

۷۔ پھولوں کی اب بھی صحنِ چمن میں کمی نہیں — ص۷۸

۸۔ کھلتا ہے زندگی میں ترا در کبھی کبھی — ص۹۱

۹۔ انساں کو زر کے شوق نے قاتل کر دیا — ص۱۰۳

یہ رواں بحر بھی شاعر کی من پسند بحروں میں سے ہے اور شاعر نے خوبی کے ساتھ برتی اور نبھائی ہے۔

بحر: مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن

ارکان: مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

۱۔ مرے قریب کبھی میری جان آ تو سہی — ص۲۵

۲۔ غمِ فراق میں رونا مرا مقدر ہے — ص۳۵

۳۔ وہ دوست میرا نہیں، میرا آشنا بھی نہیں ص۳۷

۴۔ نظر میں کیف ہے، رعنائیاں اداؤں میں ص۱۰۸

۵۔ پِلا کے کُنجِ قفس میں مئے بہار مجھے ص۱۱۰

۶۔ غمِ شباب، غمِ روزگار بھی تو نہیں ص۱۱۱

شاعر نے یہ مترنم بحر بھی کامیابی سے برتی ہے اور کوئی غلطی نہیں کی۔

بحر: رمل مثمن سالم مخبون محذوف

ارکان: فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

۱۔ تم جفا اور کرو ہم پہ ستم اور کرو ص۹

۲۔ وہ حسین دور وہ بیتے ہوئے لمحات کہاں ص۱۸

۳۔ خم تری راہ میں تسلیم کا سر آج بھی ہے ص۵۲

۴۔ الجھنیں میرے لیے اور فراواں ہی سہی ص۸۹

۵۔ بزمِ ہستی میں ترے غم کا سماں بھی آج ہے ص۹۸

اسد زیدی نے یہ بحر بھی اغلاط سے پاک برتی ہے۔

بحر: ہزج مثمن سالم

ارکان: مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

۱۔ پلا ساغر مجھے ذوقِ مئے گل فام ہے ساقی ص۴۷

۲۔ بہارِ زندگی میں عشق کی مجبوریاں کب تک ص ۵۴

۳۔ دعائے بے اثر رہتی ہے محتاجِ اثر کب تک ص ۵۵

۴۔ کبھی ہم پر حسینوں کی عنایت ہو ہی جاتی ہے ص ۶۹

یہ سالم بحر بھی شاعر نے نسبتاً کم استعمال کی ہے۔ بحر کے آہنگ اور عروضی قواعد کے حوالے سے کوئی غلطی نہیں کی۔

بحر: ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف

ارکان: مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ فعولن

۱۔ اب آگیا اس دیس میں برسات کا موسم ص ۶۱

۲۔ دنیا کے خرابات میں ہم کھوئے ہوئے ہیں ص ۶۲

۳۔ برہم ہو تو آتا ہے محبت میں مزا اور ص ۶۴

اس بحر میں شاعر نے کم لکھا ہے مگر آہنگ درست ہے۔

بحر: ہندی/متقارب مثمن اثرم مقبوض محذوف مضاعف

ارکان: فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع

۱۔ دل نے جب سے ہوش سنبھالا، چین گیا آرام گیا ص ۳۳

۲۔ دیدہ جاناں ہم نے خوشی سے تم کو مسیحا مانا ہے ص ۴۵

یہ نہایت مترنم بحر بھی شاعر نے اچھی نبھائی ہے۔

درجہ ذیل بحور شاعر نے فقط ایک ایک بار آزمائی ہیں اور خوبی سے برتی ہیں:

بحر: ہزج مثمن سالم اخرب

ارکان: مفعولُ مفاعیلن مفعولُ مفاعیلن

ا۔ گر زیست کی راہوں میں تو راہ نما ہوتا — ص ۲۷

بحر: ہندی/متقارب اثرم مقبوض محذوف

ارکان: فعلن فعلن فعلن فعلن

ا۔ آندھی آندھی، طوفاں طوفاں — ص ۸۱

بحر: سریع مسدس مطوی مکسوف

ارکان: مفتعلن مفتعلن فاعلات

ا۔ تیری اداؤں میں ہے کیفِ بہار — ص ۱۰۴

## II.	شاعر:افضل روش

مجموعہ: دردِ پا

تعارف:

آپ کا نام محمد افضل اور تخلص روش ہے۔آپ سکردو کے ایک نواحی گاؤں قمراہ میں ۱۹۷۵ء میں پیدا ہوئے۔گاؤں سے ہی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد میٹرک کی سند سکردو سے حاصل کی۔کالج کے زمانے میں شعر و شاعری سے شغف ہوا۔شروع میں عدیم تخلص کیا مگر بعدازاں روش اختیار کیا۔بلتستان کی متحرک ادبی تنظیم " بہارِادب" کے فعال رکن ہیں ۔ہے۔"دردپا" کے عنوان سے آپ کا پہلا شعری مجموعہ ۲۰۰۴ء میں سامنے آیا۔

عروضی مطالعہ

بحر:خفیف مسدس مخبون محذوف

ارکان: فاعلاتن مفاعلن فعلن

۱۔پھر سے لکھنے لگا ہوں کچھ کچھ میں	ص۳۲
۲۔عید لائی ہے پھر خوشی اپنی	ص۵۲
۳۔جب روانہ وہ کارواں ہو گا	ص۵۷
۴۔عقل کی بات مان لی ہوتی	ص۷۴
۵۔تو نہ آتا، سلام آجاتا	ص۷۵
۶۔چاند نکلا گگن پہ جب تنہا	ص۷۶

۷۔اس کو کتنا خیال ہے میرا ص۷۹

۸۔اتنا مجھ پر کرم تو کر لیتا ص۸۰

۹۔ کھیل تو دیکھیے مقدر کا ص۱۱۳

۱۰۔ تشنگی مت بڑھایئے مولا ص۱۱۸

۱۱۔ کوئی دل میں کوئی جگر میں گم ص۱۲۹

۱۲۔ پاک وہند آؤ دوستی کر لیں ص۱۳۱

۱۳۔ رفعتِ کوہسار کیا جانے ص۱۳۶

۱۴۔ گرچہ خود کو وہ شاد رکھتے ہیں ص۱۳۸

۱۵۔ چھلنی چھلنی دل و جگر دیکھا ص۱۴۲

۱۶۔ سینکڑوں زخم کو لیے کیسے ص۱۵۰

اردو شعراء میں معروف یہ بحر شاعر نے بھی بہت بار برتی ہے اور بحر کے آہنگ کو نبھانے میں کامیاب ہوا ہے۔

بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف

ارکان: مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن

۱۔دل کے اداس شہر کی تنہائیوں میں ہوں ص۳۳

۲۔ کوئی خلوص و پیار کے باغات بیچ کر ص۳۴

۳۔ہے پُر فضا مقام طبیعت کو ساز گار ص۴۸

۴۔ شاید غرور آگیا ماہِ کمال میں ص ۵۴

۵۔ افضل عبادتوں میں عبادت حسین ہے ص ۷۰

۶۔ رب جانے کس لیے وہ ادھر دیکھتے رہے ص ۷۷

۷۔ کل آگ سے جو دست و گریبان ہو گیا ص ۸۴

۸۔ جب ہو نئی سحر تو نیا آفتاب دیکھ ص ۸۶

۹۔ ہر لمحہ زندگی کا اشارہ ملے اسے ص ۸۸

۱۰۔ باطل کے سامنے نہ جھکیں گے کبھی بھی ہم ص ۱۰۲

۱۱۔ کرتے ہیں لوگ رسمی عبادت آج کل ص ۱۰۳

۱۲۔ کیوں دل نہیں لگا مرا محفل سجی بھی تھی ص ۱۰۶

۱۳۔ کہتا نہیں نشہ اسے جو ہو شراب میں ص ۱۰۷

۱۴۔ دیکھا تھا جس کو میں نے محبت کی آنکھ سے ص ۱۲۵

۱۵۔ میرا خیال، میری نظر سوگوار ہے ص ۱۲۶

یہ شاعر کی پسندیدہ ترین بحور میں سے ایک ہے۔ شاعر نے بحر کے آہنگ میں کہیں دھوکہ نہیں کھایا البتہ ایک دو مقامات پر سقوطِ حروف کے معاملے میں کوتاہی کی ہے۔ مثلاً:

ع: وہ لاکھ برا سہی نہ کہوں گا برا اسے (۴)

یہاں شاعر نے لفظ ''لاکھ'' کو ''لکھ'' کے وزن پر باندھا ہے۔

ع: کرتے ہیں لوگ رسمی عبادات آج کل (۵)

شاعر نے یہاں لفظ ''رسمی'' کی ''ی'' گرائی ہے جو عروضیوں کے نزدیک غیر افصح ہے۔

بحر: ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف

ارکان: مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ فعولن

۱۔دل میں مرے اک شہر بسایا ہے کسی نے	ص۴۹
۲۔کچھ لوگ تو اوروں کو سلانے چلے آئے	ص۵۱
۳۔اجڑا مرا گلشن تجھے احساس نہیں ہے	ص۹۷
۴۔ ممکن نہیں تب تک تجھے حاصل ہو بلندی	ص۱۰۸
۵۔ میں ہجر کے زندان میں محصور رہوں کیا	ص۱۱۴
۶۔ہاں تم نے دیا مجھ کو شناسائی کا تحفہ	ص۱۱۶
۷۔چہروں پہ تبسم کو سجاتے ہیں کئی لوگ	ص۱۳۲
۸۔آنے کا سلیقہ، ترے جانے کا سلیقہ	ص۱۳۴
۹۔آئینِ وفا، درسِ عمل لے کے چلیں گے	ص۱۴۱
۱۰۔اس دہر میں اتنا کبھی مجبور نہ ہوتا	ص۱۴۵
۱۱۔ معلوم تو ہے مجھ سے عداوت بھی کرے گا	ص۱۴۸
۱۲۔تو کیوں نہیں پھولوں کا خریدار، مری قوم	ص۱۴۹

اردو شعرا کے ہاں نہایت مقبول یہ بحر شاعر کے ہاں بھی شرفِ مقبولیت رکھتی ہے۔شاعر نے کئی غزلیں اس آہنگ میں کامیابی سے کہی ہیں۔دو چار جگہ شاعر نے عروضی قواعد کے خلاف حروف گرائے ہیں جن کی تفصیل درجہ ذیل ہے:

ع: آئے گی بہار مجھ کو بتایا ہے کسی نے (۶)

ع: کیوں آج مقام گر گیا بستی میں ہمارا (۷)

ان دونوں مصرعوں میں شاعر نے ''بہار''کو ''بہر''اور ''مقام''کو ''مقم'' کے وزن پر باندھا ہے جو کہ نہ صرف قواعد کے خلاف ہے بلکہ ان الفاظ کی صوتی ہیئت بھی مکروہ ہو گئی ہے۔ یہ کسی طور جائز نہیں۔

اس کے علاوہ شاعر نے دو جگہ ''سکردو'' کا لفظ استعمال کیا ہے کو کہ بلتستان کا صدر مقام ہے۔ ''سکردو''بلتی زبان کا لفظ ہے اور بلتی زبان میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ الفاظ ساکن حروف سے بھی شروع ہوتے ہیں لہٰذا شاعر نے ''سکردو''کو ''کردو'' کے وزن پر باندھا ہے جسے اختیارِ شاعرانہ گردانتے ہوئے صرفِ نظر کرنا چاہیے۔ مصرعے درجہ ذیل ہیں :

ع: سکردو سے جو غاصب کو بھگانے چلے آئے (۸)

ع: سکردو میں وہ گرمی کا گلہ ہم سے کریں گے (۹)

بحر: مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن

مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

۱۔ وجودِ حضرتِ انسان کو شادماں دیکھوں	ص ۴۰
۲۔ امیرِ وقت نے جب ظلم کو روا رکھا	ص ۴۲
۳۔ وہ ایک تیر نظر کا جگر میں ٹھہرا ہے	ص ۴۵
۴۔ شمیم ہے نہ کوئی سلسبیل جاری ہے	ص ۴۶
۵۔ دیارِ غیر میں تم شرحِ آرزو نہ کرو	ص ۴۷

۶۔ سلانے والا کوئی نغمہ ہم سنا نہ سکے ص ۶۲

۷۔ اداس ہے کوئی بیروزگار ہو جیسے ص ۶۴

۸۔ کوئی بھی شہر میں جب باؤلا نہیں آیا ص ۸۷

۹۔ کہاں گیا مرا بچپن کا آشیاں یارو ص ۱۰۹

۱۰۔ تمہاری دی ہوئی جب سے نشانی روٹھ گئی ص ۱۱۷

۱۱۔ میں زندگی کے سرہانے کتاب کیا رکھتا ص ۱۵۲

اس رواں اور خوب صورت بحر کو بھی شاعر نے پسند کیا ہے۔ ایک دو جگہوں پر شاعر نے سقوطِ حروف کے قواعد کا خیال نہیں رکھا اور ایک جگہ لفظ کا غلط تلفظ بھی برتا ہے۔ تفصیل درجہ ذیل ہے :

ع: رہا سفر میں عمر بھر یہ کارواں یارو (۱۰)

شاعر نے لفظ ''عمر'' کو ''م'' متحرک کے ساتھ ''عُ مَر'' کے وزن پر باندھا ہے جو کہ فحش غلطی ہے۔

۲۔ اسی خیال سے کہ ہوں گے کامیاب روش (۱۱)

اس مصرعہ میں شاعر نے لفظ ''کہ'' کو سببِ خفیف کے وزن پر باندھا ہے جب کہ اسے عروضی اعتبار سے ایک حرف متحرک یعنی ہجائے کوتاہ کے وزن پر برتا جانا چاہیے۔ ''ہ'' یہاں پر صرف اظہارِ حرکت کے لیے ہوتی ہے۔

بحر: رمل مثمن سالم محذوف

ارکان: فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

۱۔ اے خدا ہر دم ہمیں تیرا سہارا چاہیے ص ۲۵

۲۔ بیٹھ کر وہ پیڑ کے سائے میں بھی چلتا رہا ص ۳۰

۳۔ سادگی میں میرے گردن کو جھکاناچاہیے ص۴۴

۴۔ روز تیرا مسکراناجانِ جاں اچھا نہیں ص۸۲

۵۔اب بقائے زندگی کو آب ودانہ چاہیے ص۱۰۱

۶۔ کتنی جاں لیوا تھی میری خوب تر کی آرزو ص۱۲۲

۷۔ بوتلوں سے جب چھلکتا ہے شرابوں کا وجود ص۱۳۹

یہ معروف بحر بھی شاعر نے استعمال کی ہے اور بحر کے آہنگ کو سمجھا ہے۔

بحر: رمل مثمن سالم مخبون محذوف

ارکان: فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

۱۔ہیں خرد اور جنوں محوِ سفر دوش بدوش ص۲۶

۲۔اشک آنکھوں سے مری جب بھی چمکتا نکلا ص۳۶

۳۔ جانے والے ذرا آنکھیں تو ملا کے جانا ص۵۶

۴۔ مری کشتی کو بھی اے کاش کنارہ ملتا ص۶۸

۵۔ چھوڑ کر دشت میں تنہا مجھے جانے والے ص۷۲

۶۔ پھر بہار آئی ہے گلشن کو سجاناہو گا ص۱۰۵

۷۔اے شبِ ہجر کی وحشت تو مرے پاس نہ آ ص۱۱۵

شاعر نے یہ بحر بھی نبھائی ہے اور آہنگ پر گرفت بہتر نظر آتی ہے۔

بحر: ہزج مسدس سالم مخذوف

ارکان: مفاعیلن مفاعیلن فعولن

۱۔کیے آنکھوں سے جب سیراب چہرے	ص۲۸
۲۔عبث میں آشیاں کو چھوڑ رہا تھا	ص۶۶
۳۔نہیں یہ دل تمہیں دھوکہ ہوا ہے	ص۹۸
۴۔کسی کی یاد میں کھویا ہوا ہوں	ص۱۰۰
۵۔خیال وفکرِ نو کا راہبر ہوں	ص۱۱۱
۶۔ تمھارا شہر چھوڑے جا رہا ہوں	ص۱۲۰
۷۔سمندر میں جزیرہ چاہیے تھا	ص۱۲۳

افضل روش نے یہ مختصر اور مترنم بحر بھی بخوبی نبھائی ہے۔آہنگ میں کوئی اشتباہ یا سقم نظر نہیں آتا البتہ ایک جگہ قواعدِ عروض سے انحراف کیا ہے۔مصرعہ درجہ ذیل ہے:

ع: روش میری مراد پوری ہوئی ہے(۱۲)

یہاں شاعر نے لفظ''مراد'' کو''مرَد'' باندھا ہے۔

بحر: ہزج مثمن سالم

ارکان: مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

۱۔فراقِ یار میں آنسو بہا کر کچھ نہیں ملتا	ص۳۸
۲۔شرابِ زندگانی سے مرا دل بھر گیا آخر	ص۸۵

۳۔ شرابِ عشقِ مولا کو بہت پی کر این ایل آئی ص ۱۲۷

۴۔ ابھی احساسِ محرومی یہاں پر عام کرنا ہے ص ۱۴۶

۵۔ میں اپنے شہر کے بڑھتے مسائل کب تلک دیکھوں ص ۱۵۴

۶۔ امیرِ وقت کی ضد ہے قلم خاموش ہو جائے ص ۱۵۶

روش نے یہ بحر بھی قدرے پسند کی ہے اور آہنگ کے اعتبار سے درست نبھائی ہے۔ البتہ ایک دو مصرعوں میں ناجائز سقوطِ حرف کیا ہے جس کی تفصیل یوں ہے:

ع: دراس، کرگل، بٹالک میں نہ ہوتی گر این ایل آئی (۱۳)

یہاں لفظ ''دراس'' کو ''درس'' کے وزن پر باندھا ہے۔

ع: ابھی تو بے نقاب کرنا ہے ان کی سازشوں کو بھی (۱۴)

اس مصرعے میں ''بے نقاب'' کو ''بے نقب'' باندھا ہے۔

ع: روش تو نہ جہاں میں اتنا کم خاموش ہو جائے (۱۵)

یہاں کلمۂ نفی ''نہ'' کو سببِ خفیف باندھا ہے جب کہ اسے ہجائے کوتاہ باندھنا ہے درست ہے۔

بحر: رمل مسدس سالم محذوف

ارکان: فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

۱۔ جل رہا ہوں دھوپ میں مثلِ چنار ص ۱۱۲

۲۔ کیوں ہوا، کیسے ہوا اور کیا ہوا ص ۱۵۱

یہ اردو شعرا کی کثیر الاستعمال بحر شاعر نے فقط دو بار نبھائی ہے۔ آہنگ پرا گرچہ عبور ہے مگر چند الفاظ کو غلط تلفظ کے ساتھ باندھا ہے اور ناجائز حروف گرائے ہیں جس کی تفصیل پیش ہے:

ع: آپ کا چہرہ تو تھا صاف و شفاف(۱۶)

شاعر نے لفظ کو ''شفّاف'' کو ''شفَاف''یعنی بغیر تشدید کے باندھا ہے جس سے لفظ کا صوتی حسن متاثر ہو رہا ہے۔

ع: وہ تو خیر مجبور تھا لیکن روش(۱۷)

یہاں شاعر نے لفظ ''خیر'' کو سقوطِ ''ی'' کے ساتھ '' خر'' باندھا ہے جو کسی طور مناسب نہیں۔

بحر: ہزج مربع سالم

ارکان: مفاعیلن مفاعیلن

۱۔ارے او نا سمجھ لڑکی	ص۵۸
۲۔ ملا جب مجھ کو اک نامہ	ص۹۰

روش صاحب نے دو نظمیں اس بحر کے آہنگ میں کہی ہیں مگر قواعدِ عروض کو ملحوظ نہیں رکھا اور کہیں ناجائز حرف گرائے ہیں تو کہیں غلط تلفظ باندھا ہے۔ ایک آدھ مصرعہ بے وزن بھی کر دیا ہے جس کی بابت گمان ہے کہ شاید کتابت کی غلطی ہو۔ تفصیل درجہ ذیل ہے:

تمھارے انتخاب حسن

کے معیار پر ہر گز(۱۸)

اس شعر میں شاعر نے بحر توڑ ڈالی ہے۔ لفظ ''حسن'' کا حرف ''ن'' متحرک کر کے دوسرے مصرعے کی ابتدا میں شامل کرنا پڑ رہا ہے۔

تقطیع میں صورت حال یوں ہو رہی ہے:

مفاعیلن + مفاعیلن

تمارے ان + تِ خابے حس

نِ کے مع یا+ رِپر ہر گز

درجہ ذیل مصرعوں میں روش صاحب نے ناجائز سقوطِ حروف سے الفاظ کا صوتی حسن مکروہ کر دیا ہے:

ع: روش صاحب قبول کر لو(۱۹)

ع: جواب دینا مرے خط کا(۲۰)

لکھا جو کچھ اوپر اس نے(۲۱)

ان مصرعوں میں بالترتیب شاعر نے لفظ ''قبول'' کو ''قبُل''، ''جواب'' کو ''جوَب'' اور ''اوپر'' کو ''اُپر'' باندھا ہے۔

درجہ ذیل مصرعے میں لفظ ''کہ'' کو سببِ خفیف باندھا ہے جو اکثر عروضیوں کے نزدیک جائز نہیں:

ع: نہ کہ برباد کر لینا(۲۲)

یہ مصرعہ شاید کتابت کی غلطی کے باعث بے وزن ہو گیا ہے:

ع: سب تھیں پیار کی باتیں(۲۳)

ابتدائے مصرعہ میں ایک حرفِ متحرک جیسے ''یہ'' بروزنِ ''یِ'' شامل کر لینے سے مصرعہ باوزن ہو جاتا ہے۔

III. شاعر: ذیشان مہدی

مجموعہ: نئے خواب کی خواہش

تعارف:

آپ کا نام شبیر حسین اور قلمی نام ذیشان مہدی ہے۔ آپ ۱۹۷۷ء میں سکردو کے ایک محلے نیور نگا میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کی سند ہائی سکول سکمیدان سکردو سے اور گورنمنٹ کالج سکردو سے بی۔اے کیا۔ آپ پیشے کے اعتبار سے صحافی ہیں۔ آپ ادبی اور سماجی تنظیم ''فکر سوشل فورم'' کے بانی ہیں۔ اب تک آپ کی دو کتابیں ''درد کی پہلی دھوپ'' اور ''نئے خواب کی کواہش'' منظرِ عام پر آچکی ہیں۔

عروضی مطالعہ

بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف/ مقصور

ارکان: مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن

۱۔ دل پر کوئی نشان بہت دیر تک رہا	ص ۲
۲۔ اس سے بچھڑ کے اس کی طرح زندہ میں بھی ہوں	ص ۱۴
۳۔ سائے کا دشتِ درد میں امکان چاہیے	ص ۱۵
۴: لے کر امامِ وقت کو بھی اعتماد میں	ص ۱۷
۵۔ لوگوں کے ساتھ تُو بھی خفا سا لگا مجھے	ص ۲۲
۶۔ پایانہ زندگی میں خوشی کا سراغ بھی	ص ۳۲

۷۔ پھر رفتہ رفتہ بھول گیا وقت بھی ہمیں ص ۳۳

۸۔ اندیشۂ زوال نے بے چین کر دیا ص ۳۸

۹۔ آرام ہے نظر کو نہ دل کو سکون ہے ص ۴۶

۱۰۔ گہرا ہے ایک گھاؤ مرے دل پہ دوستو ص ۵۵

۱۱۔ کوئی بھی اس سے شہر میں بہتر نہیں ملا ص ۷۴

۱۲۔ بہکا دیا تو عشق سے انکار کر دیا ص ۷۵

۱۳۔ یہ دل شکستہ حال بہت دیر تک رہا ص ۷۹

۱۴۔ سورج کی ضد کرے ہے دلِ بے قرار دیکھ ص ۸۵

۱۵۔ پیغام بھیجنے تھے زبانی مرے لیے ص ۹۲

۱۶۔ وہ بھی کبھی کرے گا سفر شام کی طرف ص ۱۰۲

۱۷۔ اس بار بک گیا ہے سرِ عام پیار تک ص ۱۰۳

ذیشان مہدی نے نہ صرف اس بحر کے آہنگ کو خوبی سے برتا ہے بلکہ خلافِ قواعدِ عروض بھی کوئی معاملہ نہیں کیا۔ یہ ان کی پسندیدہ ترین بحر معلوم ہوتی ہے۔

بحر: رمل مثمن سالم مخبون محذوف

ارکان: فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

۱۔ حوصلہ تجھ سے بچھڑنے کا خدا ہی دے گا ص ۳

۲۔ اک نئے خواب کی خواہش تھی گئے خواب کے بعد ص ۴

۳۔ مری تقسیم کا قصہ بھی عجب طور کا ہے ص ۷

۴۔ آس بھی یاد نہیں، بھول گیا وعدہ بھی ص ۸

۵۔ تم نئی نیند، نئے خواب کی خواہش نہ کرو ص ۲۸

۶۔ کیا جفا، کیسی وفا، اب مجھے کچھ یاد نہیں ص ۳۴

۷۔ خوش نصیبی کا لقب دینے لگا ہے وہ مجھے ص ۵۹

۸۔ اب مرے گھر میں کہاں تازہ ہوا آئے گی ص ۶۳

۹۔ اس کی شادی میں بڑے شوق سے شرکت کی تھی ص ۶۷

۱۰۔ گھر کی دہلیز بھی جو پار نہیں کر سکتا ص ۹۵

۱۱۔ وہ سنورتا ہے سرِ شام کسی اور کے نام ص ۱۰۶

اردو شعرا میں عموماً مقبول یہ بحر بھی شاعر نے بہتر آزمائی اور نبھائی ہے۔ آہنگ اور عروض کے مسائل سے مبرا ہے۔

بحر: مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن

ارکان: مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

۱۔ کریم میری دعا کو اثر عطا کر دے ص ۱

۲۔ کڑی ہے دھوپ، ترستے ہیں لوگ چھاؤں کو ص ۲۴

۳۔ مسرتیں بھی گئیں، ساتھ وحشتیں بھی گئیں ص ۳۷

۴۔ نہیں ہوں پیار کے قابل، مجھے بھلا دینا ص ۴۵

۵۔ یہ آگہی بھی مرے یار نے عطا کی ہے ص۴۸

۶۔ کسی کو مال کسی کو حیات کی خواہش ص۵۰

۷۔ یہی وہ دکھ ہے جو دل کو اجاڑ دیتا ہے ص۵۶

۸۔ اسے بھی زیر کیا، خاک ہو گیا میں بھی ص۵۷

۹۔ زمانے بھر کو گلہ تقاضیا کے بارے میں ص۷۱

۱۰۔ مری اُجاڑ طبیعت پہ مسکرا کے چلے ص۸۳

۱۱۔ یہاں خمار میں کوئی نہیں ہے میرے سوا ص۹۴

یہ بحر بھی اردو میں معروف بحور میں سے ہے۔ شاعر کے ہاں بھی یہ آہنگ مقبول نظر آتا ہے اور خوبی سے برتا گیا ہے۔

بحر: خفیف مسدس مخبون محذوف

ارکان: فاعلاتن مفاعلن فعلن

۱۔ زندگی ایک ہم خیال کے بعد ص۲۵

۲۔ زندگی پیار کی امان میں ہے ص۲۶

۳۔ کر دے احسان اے سحر والے ص۳۰

۴۔ درد اٹھنے لگے جو سینے میں ص۳۶

۵۔ تجھ کو ڈھونڈا کہاں کہاں جاناں ص۴۰

۶۔ جب دلوں میں گلے نہیں رہتے ص۴۲

۷۔ وہ جو سارے چمن کا مالی ہے ص۴۹

۸۔ میں تو کرتا رہا وفا اس سے ص۵۸

۹۔ وہ بلندی جو تو عطا کر دے ص۶۰

۱۰۔ زندگی یر غمال ہو جیسے ص۶۲

۱۱۔ جب سے ہم ہو گئے ہیں خاک نشیں ص۸۲

یہ مختصر بحر شاعر کی پسندیدہ بحروں میں سے ایک ہے۔ شاعر نے بہتر نبھائی ہے اور خلافِ قواعد کوئی لفظ نہیں برتا۔

بحر: ہزج مثمن سالم

ارکان: مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

۱۔ اسی در سے، اسی دیوار سے آگے نہیں بڑھتا ص۵

۲۔ پلٹ کر دیکھ لو، رستے ہیں تنہا کون بیٹھا ہے ص۹

۳۔ مری خوشیوں میں تیرے غم کے دھارے ساتھ رہتے ہیں ص۱۱

۴۔ زمانے میں وفا کا کوئی خوگر بھی نہیں ملتا ص۲۰

۵۔ اگر تیری محبت کا سہارا روٹھ جائے گا ص۲۱

۶۔ تمہارے پاس آتا ہوں تو جانا بھول جاتا ہوں ص۷۷

۷۔ اٹھایا ہے بڑی ہمت سے یہ صدمہ جدائی کا ص۸۰

۸۔ کبھی سانسوں کی خوشبو سے معطر کر دیا مجھ کو ص۹۱

۹۔ دعا کی، خواب کی، دل کی تجارت اب بھی باقی ہے　　　　ص۱۰۴

۱۰۔ جدا ہو کر بھلا دینے کا دعویٰ بس زبانی ہے　　　　ص۱۰۹

شاعر نے یہ سالم آہنگ بھی کامیابی سے آزمایا ہے۔ فقط ایک جگہ خلافِ قواعد سقوطِ حرف واقع ہوا ہے۔ مصرعہ درجہ ذیل ہے:

ع: مرے کچھ دوست مجھ پر اس قدر ہیں مہرباں کہ میں (۲۴)

شاعر نے لفظ ''کہ'' کو ''کی'' کے وزن پر باندھا ہے جبکہ یہاں ''ہ'' صرف اظہارِ حرکت کے لیے ہے، اسے ''کِ'' کے وزن پر باندھنا ہی جائز ہے۔

بحر: رمل مسدس محذوف

ارکان: فاعلاتن فاعلاتن فعلن

۱۔ رفتہ رفتہ حسن ڈھلتا جائے گا　　　　ص۴۳

۲۔ روشنی کا قحط تھا آخر مجھے　　　　ص۵۱

۳۔ دل کی حالت کا بھروسہ اٹھ گیا　　　　ص۵۳

۴۔ مار دے گی مجھ کو ویرانی مری　　　　ص۶۸

۵۔ فائدہ میرا ہے، نقصاں بھی مرا　　　　ص۸۴

۶۔ آپ نے ملنے میں اتنی دیر کی　　　　ص۸۸

۷۔ تجھ سے مل لینے کا سپنا اور میں　　　　ص۹۳

۸۔ جب بھی آنکھوں میں سمائیں دوریاں　　　　ص۹۶

۹۔ چھن گئیں مجھ سے مری آزادیاں ص۹۹

ذیشان مہدی نے یہ مختصر بحر بھی کافی بار آزمائی ہے اور عمدہ برتی ہے۔ آہنگ اور عروض کے حوالے سے اغلاط سے پاک ہے۔

بحر: ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف

ارکان: مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ فعولن

۱۔ معلوم نہیں دیدۂ تر کس کے لیے تھا ص۱۸

۲۔ ہے حد سے تجاوز پہ بضد من کی اداسی ص۴۷

۳۔ اے جانِ غزل، جانِ جہاں، رشکِ زمانہ ص۷۰

۴۔ دشمن کا ارادہ جو بہت ڈول رہا ہے ص۱۰۸

اردو شعرا کے ہاں مقبول اور نہایت رواں یہ بحر شاعر نے اگرچہ کم برتی ہے مگر نبھائی ہے۔ عروض اور آہنگ کے حوالے سے اغلاط نہیں ملتیں۔

بحر: ہزج مسدس محذوف

ارکان: مفاعیلن مفاعیلن فعولن

۱۔ مقدر بے عدو لکھا گیا تھا ص۴۳

۲۔ بظاہر پُر سکوں بیٹھا ہوا ہوں ص۸۶

شاعر نے یہ مختصر بحر صرف دو مرتبہ آزمائی ہے اور کامیابی سے نبھائی ہے۔

بحر: رمل مثمن محذوف

ارکان: فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

۱۔ دوستو اتنی حقارت سے مجھے مت دیکھنا ص۳۱

۲۔ دل کے سارے راز دنیا پر عیاں ہونے کے بعد ص۸۱

شاعر نے یہ بحر فقط دو بار آزمائی ہے اور عمدگی سے نبھائی ہے۔ اس بحر کو برتنے میں بھی شاعر نے کوئی خطا نہیں کی۔

بحر: ہندی/ متقارب مسدس اثرم مقبوض محذوف مضاعف

ارکان: فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع

۱۔ صدیاں بیتیں اور شرارے ہار گئے ص۱۲

۲۔ جب بھی اس کا لہجہ خنجر ہو جائے ص۲۳

یہ رواں بحر بھی شاعر نے کم مگر خوب برتی ہے۔

بحر: ہزج مثمن اشتر

ارکان: فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن

۱۔ ہے سبب اداسی کا، واقعہ اٹھا سی کا ص۲۷

۲۔ اس طرح نبھایا ہے عشق جانے والوں کا ص۶۱

شاعر نے یہ بحر کم پسند کی ہے مگر کامیابی سے برتی ہے۔ اغلاط سے آزاد ہے۔

درجہ ذیل بحور شاعر نے فقط ایک ایک بار آزمائی اور عمدگی سے نبھائی ہیں:

بحر: ہزج مربع اشتر

ارکان: فاعلن مفاعیلن

ا۔ زندگی ہے ایسی شے | ص۱۳

بحر: ہندی/متقارب مثمن اثرم مقبوض محذوف

ارکان: فعلن فعلن فعلن فعلن

ا۔ دنیا میں انسان نہیں ہے | ص۲۹

بحر: متقارب مثمن سالم

ارکان: فعولن فعولن فعولن فعولن

ا۔ محبت کا عالم خدا جانتا ہے | ص۴۴

بحر: متدارک مثمن سالم مضاعف

ارکان: فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن

ا۔ آج رہ رہ کے یہ دل تڑپتا رہا، بیٹھے بیٹھے کسی کا خیال آ گیا | ص۵۲

بحر: کامل مسدس سالم

ارکان: متفاعلن متفاعلن متفاعلن

ا۔ ہے یہ زندگی بڑی مختصر، میرے ہم سفر | ص۶۴

بحر: جمیل مسدس سالم

ارکان: مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن

ا۔ ملال یہ ہے ملال واضح نہ ہو سکا ہے ص۶۵

بحر: خفیف مسدس مخبون محذوف مضاعف

ارکان: فاعلاتن مفاعلن فعلن مفاعلاتن مفاعلن فعلن

ا۔ شیخ کی بات میں نے مانی ہے، اب تو میں بھی مزے میں رہتا ہوں ص۶۶

بحر: رمل مثمن مشکول مسکن

ارکان: مفعولُ فاعلاتن مفعولُ فاعلاتن

ا۔اپنوں کی سازشوں سے ذیشان بے خبر ہے ص۷۸

بحر: رمل مربع مشکول مسکن

ارکان: مفعولُ فاعلاتن

ا۔اس عمر میں یہ باتیں ص۸۷

اس کے علاوہ شاعر نے دو آزاد نظمیں بھی شاملِ کتاب کی ہیں جن کی تفصیل درجہ ذیل ہے:

بحر: ہزج

بنیادی رکن: مفاعیلن

ا۔اسے یہ بات سمجھا دو ص۳۹

۲۔ چلو غازی ص۸۹

IV. شاعر: عاشق حسین عاشق

مجموعہ: گمشدہ خواب

تعارف:

آپ کا نام عاشق حسین اور تخلص عاشق ہے۔ آپ ۱۹۸۳ء کورونڈو کے پرانے صدر مقام ستک میں پیدا ہوئے۔ آپ نے میٹرک تک تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی اور ایف۔ اے کی سند گورنمنٹ کالج سکردو سے پائی۔ اسی دوران شاعری سے شغف ہوا۔ تب سے آج تک مسلسل لکھ رہے ہیں۔ مختلف ادبی رسائل کی ادارت اور ریڈیو میں بھی ادبی پروگرامات کرتے آرہے ہیں۔ ان تک ان کی ایک کتاب ''گمشدہ خواب'' ۲۰۱۴ء میں منظرِ عام پر آچکی ہے۔

عروضی مطالعہ

بحر: رمل مثمن مخبون محذوف

ارکان: فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

۱۔ نعت کہہ دوں تو خدا فن کو اثر دیتا ہے	ص۱۸
۲۔ میری اوقات کہاں تیری ثناء خوانی کی	ص۱۹
۳۔ دل کو احساس کی سولی پہ چڑھا دیتا ہوں	ص۲۷
۴۔ پہلے عاشق کے دل و جان میں گھر اس نے کیا	ص۳۰
۵۔ کون کہتا ہے کہ قرطاس پہ گھر کرتا ہے	ص۵۳
۶۔ جو محبت کا طلب گار نہیں ہوتا ہے	ص۵۵

۷۔دوستی ہے، نہ محبت، نہ وفا زندہ ہے ص۵۶
۸۔ حجرۂ ذات کے کونے میں سمٹ کر روئے ص۵۹
۹۔ چھوڑ کر دیکھ لے اک بار انا کا راستہ ص۶۰
۱۰۔وقت نے مجھ کو بنا ڈالا ہے پتھر سائیں ص۶۲
۱۱۔جب کوئی عشق کی راہوں سے گزر جاتا ہے ص۶۶
۱۲۔تشنہ کامی سے کہ برسات سے ڈرنے والے ص۶۹
۱۳۔جب کوئی بھی نہ رہا ہاتھ پکڑنے والا ص۷۳
۱۴۔میں رہِ یار میں ہوں، عشق کی آغوش میں ہوں ص۷۸
۱۵۔ چھن گیا علم ویقین، بے خبری عام ہوئی ص۸۰
۱۶۔جب بھی اُٹھی ترے دیدار کی خواہش دل میں ص۸۹
۱۷۔خون آلود ہیں اوسان، غزل کیسے کہوں ص۹۵
۱۸۔گاہے جمتا ہے یہ دل، گاہے پگھل جاتا ہے ص۱۰۶
۱۹۔یہ پری چہرہ ہے کیا، رات کی رانی کیا ہے ص۱۰۸
۲۰۔کیا بلندی کی طرف جائے گی ملت اب کے ص۱۱۲
۲۱۔آس دم توڑ گئی، خواب ہمارے ٹوٹے ص۱۱۳

شاعر نے اس بحر کو نبھانے میں کوئی غلطی نہیں کی۔

بحر: ہزج مثمن سالم

ارکان: مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

۱۔ مقدر بانٹنے والا مقدر بانٹ دیتا ہے	ص۱۷
۲۔ میں اپنی عرض اشکوں کی زبانی لے کر آیا ہوں	ص۲۰
۳۔ بدلتا رہ گیا ہر بار موسم، تم نہیں آئے	ص۲۸
۴۔ نظر کے پاس رہ کر بھی نظر انداز ہونا تھا	ص۳۱
۵۔ سمندر رقص کرتا ہے، کنارے گنگناتے ہیں	ص۴۰
۶۔ یہ دنیا ہے یہاں پر اور کیا کیا ہو نہیں سکتا	ص۴۱
۷۔ کہاں مقبول ہوتی ہے دعا مجبور لوگوں کی	ص۴۳
۸۔ بکھر جاؤں گا خود، اس کو بکھر جانے نہیں دوں گا	ص۴۷
۹۔ وفا میں آزمائش کی ضرورت ہی نہیں ہوتی	ص۴۸
۱۰۔ محبت بانٹنے والے ہیں غداری نہیں آتی	ص۵۲
۱۱۔ جو سچائی کو اپنی ذات کی پہچان کہتے ہیں	ص۵۴
۱۲۔ اندھیرا عام کر دینا، جہالت کی نشانی ہے	ص۵۷
۱۳۔ جو پر اڑنے سے عاری ہو، اسے میں پر نہیں کہتا	ص۷۰
۱۴۔ میں اپنے گھر میں ہوں بے گھر مجھے آواز مت دینا	ص۷۲

۱۵۔ عجب خانہ بدوشی ہے کہ گھر اچھا نہیں لگتا ص۷۶

۱۶۔ محبت پالتا ہوں میں مجھے کیا کیا نہیں ہوتا ص۷۷

۱۷۔ اگرچہ وقت کے ہمراہ ہر کردار بدلے گا ص۸۱

۱۸۔ زمیں پر جب کہیں بھی بے سہارے ٹوٹ جاتے ہیں ص۸۶

۱۹۔ محبت، پیار، دستورِ وفا سے خوف آتا ہے ص۸۸

یہ بحر شاعر کی پسندیدہ ترین بحر ہے۔ بحر کے آہنگ کو نبھانے میں شاعر نے کوئی غلطی نہیں کی۔ البتہ ایک مصرعے میں لفظ کا تلفظ خلافِ قواعدِ عروض باندھا ہے جو کہ درجہ ذیل ہے:

ع: اے عاشق نام کے خود سر، مجھے آواز مت دینا(۲۵)

یہاں شاعر نے لفظ ''اے'' کو ''ا '' کے وزن پر ہجائے کوتاہ باندھا ہے جبکہ قاعدہ یہ ہے کہ اسے ''اے'' کے وزن پر ہجائے بلند یعنی سببِ خفیف برتا جائے۔

بحر: مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن

ارکان: مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

۱۔ وہ آنکھ کیا جسے جلوے کا انتظار نہ ہو ص۲۴

۲۔ کسی نظر کی شرارت نے مار ڈالا ہے ص۳۲

۳۔ کچھ ایسے توڑ دیے اعتبار لوگوں نے ص۳۵

۴۔ ہوا یہ وقت سے کہہ دو گلاب ہوں میں بھی ص۷۱

۵۔ جو میرے راز میں شامل دکھائی دیتا ہے ص۸۴

٦۔عدو کو اور پریشان کرنے والا ہوں ص۹۳

۷۔یہ بات بھول گیا تھا وفا کسی میں نہیں ص۹۹

۸۔شریکِ جرمِ محبت نہ ہوا گر کوئی ص۱۰۵

۹۔کچھ اس ادا سے محبت کا انتظار لیا ص۱۱۴

شاعر نے یہ بحر بھی کافی مرتبہ آزمائی ہے۔آہنگ نبھانے میں کامیاب رہا ہے۔فقط ایک مصرعے میں خلافِ اصول حرف کا سقوط کیا ہے۔مصرعہ درج ذیل ہے:

ع: میں اپنے ہاتھ سے بُنتا تھا اپنے خواب عاشق(۲۶)

یہاں لفظ ''عاشق''کی ''ع'' گر رہی ہے جو کہ ناجائز ہے۔

بحر:رمل مثمن محذوف

ارکان:فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

۱۔اس کے دکھ کو دکھ نہ کہہ پایا،یہی دکھ ہے مجھے ص۳۷

۲۔دل کے شیشے کی بکھرتی جا رہی ہیں کرچیاں ص۶۱

۳۔خیمۂ جاں میں جہاں تک تشنگی رہ جائے گی ص۶۸

۴۔بے بسی مجھ سے لپٹ کر رو رہی ہے شام سے ص۸۲

۵۔ایک معمہ تھی محبت،مسئلہ حل ہو گیا ص۸۵

٦۔رشک سے دیکھا نہ کرتے چارسو میری طرف ص۹۰

۷۔روز بڑھتا جا رہا ہے درد میرے دیس کا ص۱۱۵

عاشق نے یہ بحر بھی کافی بار آزمائی ہے اور نبھائی ہے۔ قواعدِ عروض اور آہنگ کے مسائل سے مبرا ہے۔

بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف

ارکان: مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن

۱۔ جس پر بڑے خلوص سے احسان کر دیا ص۲۶

۲۔ جب میری زندگی کے سہارے بکھر گئے ص۳۹

۳۔ جب تک ترے خیال کی رعنائیوں میں تھا ص۵۱

۴۔ مجرم ہوں چاہتوں کا، وفا کا اسیر ہوں ص۱۰۱

۵۔ چہرہ مری زمیں کا جھلستا دکھائی دے ص۱۱۰

شاعر نے یہ رواں بحر بھی بہتر انداز میں آزمائی ہے۔

بحر: خفیف مسدس مخبون محذوف

ارکان: فاعلاتن مفاعلن فعلن

۱۔ آپ کی زلف کیا پریشاں ہے ص۴۵

۲۔ جان سمجھا تھا، جاں کشا نکلا ص۴۹

۳۔ دور جانے کا راستہ بھی نہیں ص۱۰۴

۴۔ درد ہے نہ دوا کے جیسا ہے ص۱۰۷

یہ مختصر بحر بھی شاعر نے برتی ہے اور آہنگ پر قابو رکھنے میں کامیاب رہا ہے۔ ایک جگہ قواعدِ عروض کے خلاف تلفظ برتا ہے ، پیشِ خدمت ہے:

ع: درد ہے نہ دوا کے جیسا ہے(۲۷)

شاعر نے کلمہ نفی ''نہ'' کو ہجائے بلند ''نا'' کے وزن پر باندھا ہے جبکہ اسے ہجائے کوتاہ ''نَ'' کے وزن پر باندھنے کی اجازت ہے۔

بحر: ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف

ارکان: مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ فعولن

۱۔اب اس کو بھلا دینا بھی مشکل ہے میرے دوست ص۶۴

۲۔نہ قیس، نہ فرہاد، نہ منصور ہوا میں ص۷۹

یہ بحر شاعر نے فقط دو بار برتی ہے۔فقط ایک جگہ قواعد کے خلاف تلفظ برتا ہے، پیش ہے:

ع: نہ قیس، نہ فرہاد، نہ منصور ہوا میں(۲۸)

مصرعے کے صدر میں موجود کلمۂ نفی ''نہ'' کو شاعر نے ہجائے بلند یعنی سببِ خفیف برتا ہے جبکہ اسے فقط ہجائے کوتاہ ''نَ'' کے وزن پر برتنے کی اجازت ہے۔

شاعر نے کچھ بحور فقط ایک ایک بار آزمائی ہیں اور کامیاب رہا ہے، تفصیل درجہ ذیل ہے:

بحر: ہزج مثمن اشتر

ارکان: فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن

۱۔آنکھ میں بساتے ہیں دل سے دور کرتے ہیں ص۲۲

بحر: خفیف مسدس مخبون محذوف مضاعف

ارکان: فاعلاتن مفاعلن فعلن فاعلاتن مفاعلن فعلن

۱۔ میں محبت میں مر چکا تھا مگر، اس نے پھر زندگی عطا کر دی ص۶۷

بحر: ہزج مسدس محذوف

ارکان: مفاعیلن فاعیلن فعولن

۱۔ بریدہ جسم رکھوالے پڑے ہیں ص۱۰۳

بحر: ہندی/متقارب مسدس اثرم مقبوض محذوف مضاعف

ارکان: فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع

۱۔ دل میرا بیمار ہوا جب پیار ہوا ص۱۰۹

بحر: رمل مسدس مخبون محذوف مسکن

ارکان: فاعلاتن فعلاتن فعلن

۱۔ دل مرا عشق کا مارا دل ہے ص۹۱

بحر: ہزج مثمن سالم اخرب

ارکان: مفعولُ مفاعیلن مفعولُ مفاعیلن

۱۔ سو چوٹ لگی دل پر، اُف تک نہ کیا میں نے ص۹۷

شاعر نے مندرجہ ذیل آزاد نظمیں بھی کہیں ہیں:

بحر: ہزج

بنیادی رکن: مفاعیلن

ا۔ میں اب بھی	ص ۴۳
۲۔ میری آنکھیں	ص ۵۰

بحر: متدارک

بنیادی رکن: فاعلن

ا۔ اے مرے ہم نفس	ص ۴۷

V. شاعر: احسان علی دانش

مجموعہ: ساحلِ مراد

تعارف:

آپ کا نام احسان علی ہے۔ دانش تخلص کرتے ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱۹۶۸ء میں سکردو کے نواحی علاقے سرمیک میں ہوئی۔ آپ نے انٹر میڈیٹ تک تعلیم حاصل کی۔ آپ درس وتدریس کے شعبے سے بھی وابستہ رہے۔ مختلف ادبی انجمنوں کا حصہ بھی ہیں۔ سفر نامہ نگار بھی ہیں اور کالم نگار بھی۔ آپ نے اردو سے بلتی شعری و نثری تراجم بھی کیے ہیں۔ اب تک آپ کے دو اردو شعری مجموعے " شکستہ ناؤ" اور "ساحلِ مراد" چھپ کر منظرِ عام پر آچکے ہیں۔

عروضی مطالعہ

بحر: ہزج مثمن سالم

ارکان: مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

۱۔ کنول، نرگس، گلاب، چنبیلی، سوسن لے کے آیا ہوں	ص۷۹
۲۔ نہاں سینے میں غم کیسا اِدھر بھی ہے اُدھر بھی ہے	ص۸۴
۳۔ خزاں کے دور میں جشنِ بہاراں کرنے آئے ہیں	ص۸۸
۴۔ تجھے اے شاعرِ مشرق کہاں ڈھونڈیں زمانوں میں	ص۱۰۸
۵۔ گئے وقتوں میں رہبر کی کمی تھی لوگ کہتے تھے	ص۱۱۷
۶۔ یہ منظر بھی نہایت دل نشیں منظر ہے دنیا میں	ص۱۱۷

۷۔ نظر میں کچھ نہیں آیا تو پوچھو ہم نے کیا دیکھا ص۱۱۸

۸۔ فراست سے، لگن سے، آگہی سے کام لیتے ہیں ص۱۲۰

۹۔ تجھے کیا فکر محفل میں ترے جانے سے کیا ہوگا ص۱۲۳

۱۰۔ یہ 'قل سیر و' کی آیت آج ہم بھی پڑھ کے دیکھیں گے ص۱۲۵

۱۱۔ سرِ مژگاں سے موتی کے پرونے کا مزہ آیا ص۱۲۶

۱۲۔ کبھی نرگس تری آنکھوں سے پیاری ہو نہیں سکتی ص۱۲۷

۱۳۔ یہ کیا کہ دوریاں نزدیکیاں مصروف رہتی ہیں ص۱۲۹

۱۴۔ جنونِ عشق کی یادیں مجھے اکثر ستاتی ہیں ص۱۳۰

۱۵۔ مرے بچو تمہیں خود اپنا مستقبل بنانا ہے ص۱۴۶

۱۶۔ کبھی بوئے صبا بدلی، کبھی رنگِ سمن بدلا ص۱۵۵

۱۷۔ اداروں کو بدلنا ہو تو ہم سے مشورہ کرنا ص۱۵۹

۱۸۔ کہے تو تن بدن لرزے، سنے تو سن کے من ڈولے ص۱۶۱

۱۹۔ خیال و خواب میں اک تیری صورت کے سوا کیا ہے ص۱۷۱

۲۰۔ یہ طعنہ آ نہیں سکتا کہ اب ہم کم سے کم خوش ہیں ص۱۸۰

۲۱۔ یقیناً کوئی سمجھوتا ہوا ہوگا کمینوں میں ص۱۸۶

۲۲۔ کوئی قلعہ اسی بلتت کا ہم سر ہو نہیں سکتا ص۱۸۸

۲۳۔ بہت پیارا ہے دن تورات بھی سے دوستی کر لو ص ۱۹۲

۲۴۔ بہت شامیں منائی ہیں، بہت راتیں لٹائی ہیں ص ۲۰۲

۲۵۔ ہمارے شہر کی سڑکیں رہی ہیں رحم کے قابل ص ۲۰۹

۲۶۔ ہواؤں جیسی خصلت، دل کسی بنجر کے جیسے ہیں ص ۲۱۳

۲۷۔ نگاہیں ہو گئیں پرُنم تمھاری یاد میں ہمدم ص ۲۲۰

۲۸۔ شناسائے مزاجِ مستیِ طوفان کب ہوں گے ص ۲۲۷

احسان علی دانش نے یہ بحر نہایت پسند کی ہے اور آہنگ کے اعتبار سے نبھائی بھی ہے مگر سقوطِ حروف کے وقت یا تو مقامی اردو کا لب و لہجہ اپنایا ہے یا سہواً قواعد کو فراموش کر بیٹھے ہیں کیونکہ بہت سے حروف خلافِ اصول گرائے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

ع: کنول، نرگس، گلاب، چنبیلی، سوسن لے کے آیا ہوں (۲۹)

ع: بڑے دن کے بعد کل شب کو سونے کا مزا آیا (۳۰)

ع: یہ کیا کہ دوریاں، نزدیکیاں مصروف رہتی ہیں (۳۱)

ع: یہ اندازہ نہیں تھا اس گھڑی کہ چند لمحوں میں (۳۲)

ع: مجھے نہ نیند آتی ہے نہ میں بیدار ہوتا ہوں (۳۳)

ع: مکمل آپ کی تعلیم ہونے کے بعد پیارے (۳۴)

ع: ضرورت پیار کی ہو اس وقت پھر مسکرانا ہے (۳۵)

ع: یہ سکردو، پاکستان، لندن سے بیجنگ، سے بلند ہو کر (۳۶)

ع: ہمارا ایک ہے دکھ، درد، راحت اور چین سب کا(۳۷)

ع: ہے اک سوزِ جگر سب کا تو ہے اک نورِ عین سب کا(۳۸)

ع: خدا سب کا، نبی سب کا، علی سب کا، حسین سب کا(۳۹)

ع: لڑے کس بات پر جب ایک ہے یہ لین دین سب کا(۴۰)

ع: علم خود روشنی ہے، روشنی سے دوستی کر لو (۴۱)

ان تمام مثالوں میں شاعر نے خلافِ قواعد حروف گرائے ہیں جس سے الفاظ کا تلفظ بالکل مکروہ ہو گیا ہے جیسے :

بالترتیب لفظ ''گلاب'' کو ''گلب''، ''بعد'' کو ''بعَد''، ''نہ'' کو ''نا''، ''وقت'' کو ''وقَت''، ''پاکستان'' کو ''پاکتاں''، ''چین، عین، حسین، دین'' کو'' چن، عن، حسن، دن'' کے وزن پر جب کہ ''علم'' کو ''علَم''(ع متحرک) کے وزن پر باندھا ہے۔

بحر: رمل مثمن سالم محذوف

ارکان: فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

۱۔ محورِ چاہت کے جب بھی دائرے بڑھنے لگے	ص۱۶
۲۔ آنکھ سے بے بس کی جب اشکوں کے تارے گر گئے	ص۱۸
۳۔ دور منزل ہے سفر دو گام کرنے کا نہیں	ص۲۸
۴۔ کیا سے کیا کرنا تھا لیکن کیا سے کیا میں نے کیا	ص۳۴
۵۔ جس طرح شک ہے مجھے اس کے ہر اک اقرار پر	ص۵۲
۶۔ کیا زمانہ تھا کبھی اسٹیج کا کیا سین تھا	ص۵۳

۷۔ کیا سے کیا کہتے ہیں شاعر، کیا سے کیا سنتے ہو تم | ص۵۵

۸۔ ضبط کر سکتے نہیں تھے کھل کے اب روئے بغیر | ص۸۲

۹۔ نوکری اک چاہیے اچھی سی ڈائریکٹر جناب | ص۸۳

۱۰۔ کتنے لوگوں نے کہا کل ٹیلی ویژن سکرین پر | ص۸۳

۱۱۔ شاہِ ہمدان، عالم عرفان کا میرِ کبیر | ص۹۲

۱۲۔ رات بھر کمرے میں اس سے گفتگو چلتی رہی | ص۱۰۶

۱۳۔ دوستو کیسا ترقی کا زمانہ آ گیا | ص۱۲۵

۱۴۔ دو سو خط لکھے محبت کے مرے محبوب نے | ص۱۵۱

۱۵۔ آنکھ رو پڑتی ہے، ہر اک سانس بن جاتی ہے آہ | ص۱۵۱

۱۶۔ اک گزارش ہے ہماری یہ شہِ شاہان سے | ص۱۷۴

۱۷۔ جب کبھی پنڈی سے اُڑ جاتا ہے سکر دو کا جہاز | ص۱۷۴

۱۸۔ باپ بھی، بیٹا بھی، دادا اور پوتا ایک ساتھ | ص۱۷۵

۱۹۔ کیوں ملے پتے کہا کس نے ہوا ناراض ہے | ص۱۹۰

۲۰۔ اے مری ماں بلتی یُل، اے کوہساروں کی زمیں | ص۲۰۷

۲۱۔ یہ چمن جنت نما ہر سو بنا سکتے ہیں ہم | ص۲۲۵

یہ بحر بھی شاعر کی پسندیدہ بحور میں سے ہے۔ شاعر نے کافی بار برتی ہے مگر یہاں بھی شاعر نے ناجائز سقوطِ حروف کیا ہے اور قواعد کو ملحوظ نہیں رکھا۔ تفصیل درج ذیل ہے:

ع: ورنہ ہر اک کام کے ہیں معاوضے بڑھنے لگے(۴۲)

ع: بس یہ اپنا بخت تھا کہ غیر کے بوٹے سے پھل(۴۳)

ع:اس پہ بوڑھاپا تھا گویا مسئلہ سنگین تھا(۴۴)

ع: حکم شاعر کو ملے ساری نثر منظوم کر(۴۵)

ع: اتنی غلطی ہو گئی تھی بس ہماری طرف سے(۴۶)

ع: کتنے لوگوں نے کہاں کل ٹیلی ویژن سکرین پر(۴۷)

ع: گرج سی، بجلی سی، طوفانی سی برساتی رہی(۴۸)

ع: داستانِ عشق کے گو کہ بہت ابواب تھے(۴۹)

ع: شب کی سیاہی گر چکی تھی پیار کے مضمون پر(۵۰)

ع: دو سویں خط کے بعد دل کی تمنا سو گئی(۵۱)

ع: دو ہی خالی فورس میں دانش آسامی کے لیے(۵۲)

ع: بلتستاں ہے خوبصورت آبشاروں کی زمیں(۵۳)

ع: سرزمینِ بلتستان ہے ماہ پاروں کی زمیں(۵۴)

ان تمام مصرعوں میں بہت سے الفاظ سے اصول کے خلاف حروف گرائے گئے ہیں جس سے الفاظ کی شناخت بالکل مٹ گئی ہے تو کہیں صوتی حسن مجروح ہو گیا ہے۔ تفصیل درجہ ذیل ہے:

شاعر نے لفظ'' مُعاوضے''کو''ماوضے''،''کہ''کو''کی'' ،''بڑھاپا''کو''بوڑھاپا''،''نثر''کو''نثَر'' ،''طرَف'' کو'' طرف''،''ٹیلی'' کو''ٹل''، گرَج'' کو'' گرج''،''سیاہی''کو'' ساہی''،''بعد'' کو''بعَد''،''آسامی'' کو

اَسامی‘‘اور ’’بلتستاں‘‘ کو’’ بلتِستاں‘‘ باندھا ہے جو کہ نہ صرف خلافِ قواعد ہے بلکہ نہایت ناگوار صوتی احساس پیدا کرتا ہے۔

اس کے علاوہ شاعر نے ایک بے وزن مصرعہ بھی لکھا ہے جو کسی مستعملہ بحر میں نہیں:

ع: امبرک اور چھے بر نجی کی بنیادیں پڑیں(۵۵)

شاعر نے (ظ)اور (ز) کو قافیہ بنایا ہے ایسے قافیے جدید شعری روایت میں کہیں کہیں ملتے ضرور ہیں مگر ابھی تک اسے رواج کی سند نہیں ملی۔ مصرعے درجہ ذیل ہیں:

ع: کھیل سکتے ہیں قلم قرطاس سے،الفاظ سے(۵۶)

ع: ہم ہیں واقف لفظ کے بھی اندرونی راز سے(۵۷)

بحر: ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف

ارکان: مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ فعولن

ا۔ یا چھپ کے نگاہوں کے سوالات میں رہنا	ص۲۴
۲۔ خاموش ہے جو شخص وہ جب بول پڑے گا	ص۲۶
۳۔ اک تم ہو تمہیں ان سے ملاقات چاہیے	ص۳۹
۴۔ تنویر اور طاہر کا ملا ہم کو یہی حکم	ص۷۲
۵۔ بہنیں نہیں کرتیں، کبھی بھائی نہیں کرتے	ص۸۲
۶۔ عالم میں اگر ثانیِ فردوس بریں ہے	ص۹۶
۷۔ پوشیدہ ہے اشعار میں شاعر کی نشانی	ص۱۳۳

۸۔ کچھ پاس دعاؤں کا رکھو چاند ستارو ص ۱۷۲

۹۔ کہتے ہیں زمانے سے زمانہ نہیں اچھا ص ۱۸۳

۱۰۔ یاور کسی بھی بحر میں اُترا نہ خوشی سے ص ۲۰۰

۱۱۔ پہنچے ہیں کہاں امن و سکوں ڈھونڈنے آ کے ص ۲۰۹

۱۲۔ اے خالقِ موجود و عدم، ارض و سما، دے ص ۲۱۷

اردو میں مقبول یہ بحر شاعر کے ہاں بھی مقبول نظر آتی ہے مگر شاعر نے کئی جگہوں پر اس بحر کے آہنگ میں دھوکہ کھایا ہے اور کئی مرتبہ الفاظ کا غلط تلفظ برتا ہے جس کی تفصیل درجہ ذیل ہے:

آہنگ میں اغلاط:

یہ پوری غزل شاعر نے بے وزن کہہ دی ہے، تفصیل درجہ ذیل ہے:

ع: اک تم ہو تمہیں ان سے ملاقات چاہیے (۵۸)

شاعر نے تیرہ اشعار پر مشتمل اس غزل کا مطلع، نواں اور دسواں شعر اور باقی ماندہ اشعار کے مصراعِ ثانی بے وزن کہے ہیں۔ بچے ہوئے مصرعے اسی بحر میں ہیں جب کہ بے وزن مصرعوں کے آخری رکن میں یعنی ضرب و عروض میں ''فعولن'' کی بجائے ''فاعلن'' باندھا ہے۔

اسی طرح درج ذیل مصرعہ بھی بے وزن ہے:

ع: ہو جا ہیں نہ مجمع میں کہیں بم دھماکے (۵۹)

درجہ ذیل مصرعوں کو بھی بے وزن باندھا ہے جن کو بحر میں لانے کے لیے بے جا حروف گرانے پڑتے ہیں اور مصرعے بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔:

ع: ساحر کی اب رسیوں کو نگلنا ہے بہر طور (۶۰)

اسے بحر میں لانے کے لیے لفظ ''اب'' سے حرف ''ب'' گرا کر فقط ''آ'' پڑھنا پڑے گا جس سے لفظ ہی بے معنی ہو جائے گا۔

ع: تنویر اور طاہر کا ملا ہم کو یہی حکم (۶۱)

ع: اشعار کچھ سہرے کے سنانے لیے آ (۶۲)

پہلے مصرعے کو باوزن بنانے کے لیے لفظ ''اور'' سے حرفِ ''و'' اور ''ر'' دونوں گرا کر صرف ''آ'' پڑھنا پڑے گا جس سے لفظ بے معنی ہو جائے گا۔ اسی طرح دوسرے مصرعے میں لفظ ''کچھ'' کو ''کُ'' پڑھنا پڑے گا۔

ع: دونوں کو اب ملتے ہیں سوالوں کے جوابات (۶۳)

اس مصرعے میں بھی لفظِ ''اب'' کو صرف ''آ'' پڑھنا پڑے گا۔

ع: خود آہی گئے پھر کئی شوکت، کئی لیاقت (۶۴)

یہاں ''لیاقت'' کو ''لاقت'' متلفظ کرنا پڑے گا۔

ع: قدموں میں خود منزل کو اُٹھالائے گا اک دن (۶۵)

اس مصرعے میں بھی لفظ ''خود'' کو صرف ''خُ'' پڑھنا پڑے گا۔

اس کے علاوہ شاعر نے کچھ مصرعوں میں ساکن حروف کو خلافِ قاعدہ متحرک کر دیا ہے اور تلفظ بگاڑ دیا ہے:

ع: تو مجھ سے قبل میرا ادب بول پڑے گا (۶۶)

ع: ہر قول وزن دار ہے اور کام ہیں سستے (۶۷)

یہاں لفظ ''قبل'' کو شاعر نے ''قبَل'' اور ''وزن'' کو ''وزَن'' باندھا ہے۔

درجہ ذیل مصرعوں میں شاعر نے لفظ "کہ" جو کہ اصولاً ہجائے کوتاہ باندھا جاتا ہے، ہجائے بلند یا سببِ خفیف باندھا ہے:

ع: مے بخش دے "کہ" زہر عطا ہو کہ ہو پانی (۶۸)

ع: یہ جھوٹ ہے "کہ" اس نے مری ایک نہ مانی (۶۹)

بحر: خفیف مسدس مخبون محذوف

ارکان: فاعلاتن مفاعلن فعلن

۱۔ ساتھ وہ دوڑ بھی نہیں سکتا	ص۳۰
۲۔ مت اسے یوں پکار مشکل سے	ص۳۷
۳۔ عزمِ قاتل رہا وہی کا وہی	ص۴۲
۴۔ زلفِ جاناں سحاب کی سی ہے	ص۵۴
۵۔ اب تلک مے کشی سے قاصر ہوں	ص۶۵
۶۔ میں بھی آپے سے اپنے باہر ہوں	ص۶۷
۷۔ گھر میں بولا کہ آج دفتر میں	ص۱۵۷
۸۔ زندگی پر بہار کرنے دو	ص۲۱۵

آہنگ کا اشتباہ:

شاعر نے یہ مختصر بحر بھی چند مرتبہ برتی ہے مگر ایک دو جگہ شاعر کو ایک اور قریبِ آہنگ بحر کا دھوکہ ہوا ہے اور کچھ مصرعے اس میں جا پڑے ہیں اور وہ بحر رمل مسدس مخبون محذوف مسکن (فاعلاتن فعلاتن فعلن) ہے۔ مصرعے درجہ ذیل ہیں:

ع: اشکِ غم حضرتِ دانش کب تک (۷۰)

ع: ہاں مگر بیت گئے چار پہر (۷۱)

اس کے علاوہ ایک مصرعے میں شاعر نے خلافِ قاعدہ حرف گرایا ہے جس سے لفظ کی شناخت مٹ گئی ہے:

ع: لیکن یہ دل رہا وہی کا وہی (۷۲)

اسے بحر میں لانے کے لیے لفظ ''لیکن'' کو ''لیکِ'' پڑھنا پڑے گا۔

بحر: ہزج مسدس محذوف

مفاعیلن مفاعیلن فعولن

۱۔ نہیں کھولی ہے ہم نے تو زباں تک	ص۳۲
۲۔ محبت کا مرے سر پہ علم ہے	ص۶۹
۳۔ کسی سے بدگماں ہیں تیری آنکھیں	ص۱۵۲
۴۔ مرا بھی جوشِ چاہت لڑ نہ جائے	ص۱۵۴
۵۔ بہت مجبوریاں ہیں میری ورنہ	ص۱۶۹
۶۔ حرام کھائے کوئی استغفر اللہ	ص۱۶۹

۷۔ سجی ہے بزمِ کشتِ زعفرانی ص ۱۷۵

اس بحر کے آہنگ کو شاعر نے خوبی سے نبھایا ہے سوائے اس کے کہ سقوطِ حروف کی کچھ اغلاط کی ہیں جو درج کی جا رہی ہیں:

ع: حرام کھائے کوئی استغفر اللہ (۷۳)

لفظ ''حرام'' کو ''حرَم'' کے وزن پر باندھا ہے۔

ع: ہنسائے نہ جو اپنی شاعری سے (۷۴)

کلمۂ نفی ''نہ'' کو ''نا'' کے وزن پر باندھنا عروضی طور پر جائز نہیں۔ البتہ مصرعہ یوں لکھتے تو درست بھی ہوتا اور روزمرہ کے قریب بھی، ''ہنسائے جو نہ اپنی شاعری سے''۔

بحر: رمل مثمن سالم مخبون محذوف

ارکان: فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

۱۔ تم کو اچھی لگی تاثیر مسیحائی کی ص ۶۰

۲۔ یہ ترا پیار محل دیکھ کے جی کرتا ہے ص ۹۰

۳۔ اے مرے پاک وطن تجھ سے محبت کی قسم ص ۹۹

۴۔ میرے محبوب تجھے مجھ سے محبت ہے اگر ص ۱۱۲

۵۔ دستِ الفت ہے کہاں کا تو کہاں کی آنکھیں ص ۱۵۴

۶۔ بزمِ یاراں میں کبھی ہم بھی پیا کرتے تھے ص ۱۷۶

شاعر نے اس بحر کو نبھاتے نبھاتے بہت سے حروف خلافِ قواعد گرائے اور متحرک کیے ہیں۔ پہلے نامناسب سقوطِ حروف دیکھیے:

ع: ایس ایم ایس کر کے تجھے دوست ٹرخا سکتے تھے (۷۵)

یہاں لفظ ''ٹرخا'' کو ''ٹخا'' پڑھے بغیر مصرعہ بحر سے خارج ہو جاتا ہے۔

ع: لیکن سب آئے ہیں اس بات کو ڈایرک کہنے (۷۶)

لفظ ''لیکن'' کو ''لیکِ'' پڑھے بغیر مصرعہ بے وزن ہو جاتا ہے۔

ع: مجھ کو بخش دو مرے محبوب مری تنہائی (۷۷)

یہاں ''بخش'' کے ''ش'' کو گرا کر ''بخ'' پڑھے بغیر مصرعہ بے وزن ہو جاتا ہے۔ ''بخش دو'' کی جگہ ''بخشو'' کہتے تو مسئلہ حل ہو جاتا۔

ع: آئے دن تازہ اور دلچسپ بہانوں کے طفیل (۷۸)

یہاں ''اور'' کو ''اُ'' پڑھنا پڑے گا تب مصرعہ باوزن ہو گا۔ ''تازہ و دلچسپ'' کہتے تو مصرعہ بچ جاتا۔

ع: افضل منڈوق تجھے یہ محل مبارک کہنے (۷۹)

اس مصرعے میں بھی لفظ ''افضل'' کو ''افضَ'' پڑھے بغیر مصرعہ خارج از بحر ہو جائے گا۔

اب کچھ مثالیں ساکن حروف کو بے جا متحرک کرنے سے متعلق دیکھیے:

ع: کسی اندھے سے قدر پوچھیے بینائی کی (۸۰)

یہاں لفظ ''قَدر'' کو ''قَدَر'' باندھنا فحش غلطی ہے۔

ع: چھے ستمبر کی صبح جب بھی طلوع ہوتی ہے (۸۱)

اس مصرعے میں ''صبح'' کو ''صبَح'' اور ''طلوع'' کی ''ع'' گرا کر ''طلو'' پڑھے بغیر مصرعہ بے وزن ہو جاتا ہے۔

بحر: رمل مسدس محذوف

ارکان: فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

۱۔ تن نے مانگی تھی دعا پھر کیا ہوا — ص ۲۲

۲۔ ہم ملے تھے چلتے چلتے راہ میں — ص ۴۶

۳۔ تم کو بھی اچھی لگی تازہ غزل — ص ۴۸

۴۔ زندگی سے ہم کو آخر کیا ملا — ص ۵۰

احسان علی دانش نے اس بحر کے آہنگ کو سمجھا اور بہتر برتا ہے مگر حسبِ سابق یہاں بھی ایک لفظ کو غلط تلفظ کے ساتھ باندھا ہے جو کہ خاص مقامی لہجے کی تاثیر ہے:

ع: آپ بزرگ تھے، بہت کوتاہ میں (۸۲)

لفظ ''بزرگ'' کو شاعر نے ''برزُگ'' یعنی ''ر'' متحرک کے ساتھ باندھا ہے۔

اس کے علاوہ شاعر نے ''ا'' اور ''ع'' کے قافیے ملائے ہیں۔ یہ اگرچہ شعراء نے برتا ہے مگر بہت کم اور یہ موضوع ابھی تصفیہ طلب ہے۔ مثالیں:

''زندگی سے ہم کو آخر کیا ملا

تم کو دیکھو، تم نے جو چاہا ملا

کس طرح کرتے ہو دانش شاعری

کتنی مشکل سے تجھے مقطع ملا'' (۸۳)

بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف

ارکان: مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن

۱۔بد ذائقہ یہاں تھا وہاں وہ لذیز تھا	ص ۲۰
۲۔اے حسنِ باکمال ذرا مسکراؤنا	ص ۴۴
۳۔جی رو رہا ہے، ہو گیا دل کی کلی کا خون	ص ۱۱۵
۴۔شعرا، وقارِ شعر و سخن بیچتے رہے	ص ۱۳

شاعرنے یہ نہایت معروف بحر زیادہ نہیں برتی اور کم برتنے کے باوجود اس میں بھی اغلاط نظر آتی ہیں۔ایک پوری غزل میں شاعرنے ''ز،ظ،ض'' والے الفاظ کو قافیہ بنایا ہے جیسے ''عزیز، مریض اور غلیظ''۔اگرچہ چند شعرا نے یہ تجربہ کر رکھا ہے مگر فل الحال اسے شرفِ قبولیت نہیں ملا۔مثالیں درجہ ذیل ہیں: ؎

''بد ذائقہ یہاں تھا وہاں وہ لزیز تھا

نفرت تھی جس سے ہم کو،انھیں وہ عزیز تھا

دردِ دلِ سماج کا جس نے کیا علاج

وہ خود اسی سماج کا ذہنی مریض تھا

تن کا وہ گل تھا، چاند تھا، تارا تھا یا دھنک

من کا خدا پناہ، غضب کا غلیظ تھا''(۸۴)

یہاں بھی ایک جگہ شاعرنے ''نہ'' کو ''نا'' باندھا ہے جس کی مثال درجہ ذیل ہے:

ع: میں بھی سلیمِ وقت تھا نہ وہ انار کلی(۸۵)

''انار کلی'' کے لفظ کو بھی ''انر کلی'' باندھا ہے۔

اس کے علاوہ شاعر نے دو جگہ ساکن حروف کو قواعد کے خلاف متحرک کر دیا ہے جس نے لفظ کا تشخص مٹا دیا ہے:

ع: پھر زندگی میں تیرے، حسن میرے عشق پر(۸۶)

ع: سمجھو کہ بھیک مانگ رہا ہوں حکم کرے(۸۷)

ان مصرعوں میں لفظ ''حسن'' کو ''حسُن'' اور ''حکم'' کو ''حکَم'' یعنی ''ک'' کو متحرک باندھا ہے۔

بحر: ہزج مثمن اشتر

ارکان: فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن

۱۔ بامِ راہ ہستی کے سبب چراغ روشن ہیں ص۳۶

۲۔ زندگی چلانے کو جانے کیا ضروری ہے ص۱۹۴

۳۔ ہم نے جب بھی مشکل میں تم کو آزمایا ہے ص۱۹۶

۴۔ کیا غضب کا جلوہ تھا اس نگاہِ کافر کا ص۲۰۳

احسان دانش نے یہ بحر اچھی نبھائی ہے۔ فقط ایک مصرعہ بے وزن ہو گیا ہے جو درجہ ذیل ہے:

ع: پاکستان آنے پر اس کے شہر شہر کیا(۸۸)

بحر: مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن

ارکان: مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

۱۔ ہمارے شہر کا رائج نظام الٹا ہے ص۸۶

۲۔ کہاں تھی پیار کی فرصت دیہات والوں کو ص۱۶۵

۳۔ ہمارا عشق نہ ہو، ان کا یہ شباب نہ ہو ص۱۸۴

۴۔ رخِ حسیں پہ سیہ تل ہے کیا کیا جائے ص۲۲۳

شاعر نے یہاں بھی خلافِ اصول حروف گرائے اور متحرک کیے ہیں جن کی مثالیں درجہ ذیل ہیں:

درجہ ذیل مصرعوں میں شاعر نے ساکن حروف کو حرکت دے کر غلط تلفظ برتا ہے:

ع: نئی نسل کے ابھی نت نئے مسائل ہیں(۸۹)

یہاں ''نسل'' کو ''نسَل'' باندھا ہے۔

ع: ضرب لگائے بھی تو حاصلِ جواب نہ ہو(۹۰)

''ضرب'' کو ''ضَرَبِ'' باندھا ہے۔

اسی طرح خلافِ قاعدہ حروف گرانے کی مثالیں:

ع: یہ اس کی ضد ہے کہ برسات ہو اور وہ جھومے(۹۱)

شاعر نے یہاں ''ہو اور'' کے الفاظ کو ''ہور'' باندھا ہے یعنی ''اور'' سے صرف ''ر'' متلفظ کی ہے۔

ع: تہِ خنجر کوئی بسمل ہے کیا کیا جائے(۹۲)

یہاں لفظ ''خنجر'' کو ''خَنجَر'' پڑھنا پڑے گا۔

بحر: ہندی/متقارب اثرم مقبوض محذوف

ارکان: فعلن فعلن فعلن فعلن

۱۔ جینے کے سامان کا دشمن ص ۱۰۴

۲۔اس کا چہرہ کیسا ہو گا ص ۱۴۰

شاعر نے اس بحر کا آہنگ خوبی سے نبھایا ہے اور کوئی خطا نہیں کی۔

بحر: متقارب مثمن سالم

ارکان: فعولن فعولن فعولن فعولن

۱۔ میں کہتا رہوں گا کلامِ محبت ص ۶۲

شاعر نے یہ بحر فقط ایک بار برتی ہے اور کامیاب رہا ہے۔

بحر: جمیل مثمن سالم

ارکان؛ مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن

۱۔ اے حسن والو یہ ہم نے دیکھا عجیب منظر تیری گلی میں ص ۱۶۳

شاعر نے یہ بحر بھی صرف ایک بار استعمال کی ہے مگر کچھ غلطیاں کی ہیں جو درجہ ذیل ہیں:

ع: اے حسن والو یہ ہم نے دیکھا عجیب منتظر تیری گلی میں (۹۳)

یہاں لفظ ''اے''کو ہجائے کوتا''ہَ'' کے وزن پر باندھا ہے جبکہ ''اے''اصل میں ہجائے بلند یعنی سببِ خفیف کے وزن پر باندھا جانا چاہیے۔

ع: تمھیں خبر کیا کہ تم نے اک دن بعد یہ اخبار میں پڑھا ہے (۹۴)

یہاں لفظ ''بعد''کو ''ع''متحرک کے ساتھ ''بعَد'' باندھا ہے جو کہ غلط ہے۔

بحر: زمزمہ/متدارک مثمن مخبون مضاعف

ارکان: فعِلن فعِلن فعِلن فعِلن فعِلن فعِلن فعِلن فعِلن

ا۔ یہ عشق ہے کوئی کھیل نہیں سو بار یہ دل کو سمجھایا ص ۱۰۲

شاعر نے یہ مترنم آہنگ خوبی سے نبھایا ہے۔

بحر: ہندی/متقارب مثمن اثرم مقبوض محذوف مضاعف

ارکان: فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع

ا۔ موبائل سے کچھ خدشے امکان کا جانا باقی ہے ص ۱۲۹

یہ بحر بھی شاعر نے کامیابی سے برتی ہے۔

بحر: ہندی/متقارب مسدس اثرم مقبوض محذوف مضاعف

ارکان: فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن

ا۔ خواب حقیقت اپنے سارے اک جیسے ہیں ص ۱۳۷

شاعر نے ایک غزل بحر متدارک مثمن سالم میں کہنے کی کوشش کی ہے جس کے ارکان ہیں ''فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن''، مگر شاعر کامیاب نہیں ہوا اور تقریباً ہر مصرعہ میں ایک سببِ خفیف اضافی لایا ہے۔ مثال کے طور پر یہ مصرعے دیکھیے:

ع: مے کی جب یاد آتی گھڑی دو گھڑی میں (۹۵)

ع: اس نے بھائی کہا اس کی ہے مہربانی (۹۶)

بحر: رمل مسدس مخبون محذوف مسکن

ارکان: فاعلاتن فعلاتن فعلن

ا۔ کوئی الجھن سی بڑی ہوتی ہے ص۱۷۸

آہنگ کا اشتباہ:

شاعر نے یہ بحر صرف ایک بار آزمائی ہے مگر آہنگ پر گرفت ڈھیلی نظر آتی ہے کیونکہ شاعر اشتباہ کا شکار ہوا ہے اور اسے ایک دوسری بحر خفیف مسدس مخبون محذوف (فاعلاتن مفاعلن فعلن) سے ملا دیا ہے اور کئی مصرعے اُس بحر میں چلے گئے ہیں جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

ع: یہ جوانی بھی کیا جوانی ہے(۹۷)

ع: دل کے باہم ملاپ سے پہلے (۹۸)

ع: طاق کے اب چراغ گل کر دو(۹۹)

ع: غم کے طوفاں ہیں جن کے سینے میں (۱۰۰)

ع: منزلِ عشق خود کبھی چل کر(۱۰۱)

ع: روز دانش کی ان کے کوچے میں(۱۰۲)

شاعر نے کچھ آزاد نظمیں بھی کہیں ہیں جن کی تفصیل درجہ ذیل ہے:

بحر: ہزج

بنیادی رکن: مفاعیلن

ا۔ ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا ص۷۶

۲۔ تمہاری زندگی میں جب ص ۱۲۲

۳۔ مرے محبوب شاید تم ص ۱۴۹

۴۔ چمن میں جب ص ۱۶۴

۵۔ سفر میں زندگی کے ص ۱۹۸

۶۔ محبت کام کرتی ہے ص ۲۰۵

۷۔ یہ مانا زندگی ص ۲۱۰

۸۔ بہت شہرہ ص ۲۲۲

شاعر نے بحر ہندی میں بھی ایک آزاد نظم کہی ہے، تفصیل درجہ ذیل ہے:

بحر: ہندی

بنیادی ارکان: فعلن، فعل، فعولن، فع

۱۔ دیکھے راول جھیل کنارے ص ۱۱۰

۲۔ یوں تو ہم انسان ہیں یارو ص ۱۷۰

بلتستان کے منتخب اردو شعرا کے عروضی تجزیے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے شعرا کا عروضی شعور شعرائے گلگت کی نسبت زیادہ حوصلہ افزا ہے۔ یہاں کے شعرا کے ہاں عروضی اسقام نسبتاً کم اور ثانوی درجے کے نظر آتے ہیں۔ یہاں کے شعرا نے بھی مستعملہ بحور میں خوب طبع آزمائی کی ہے۔ اگرچہ یہاں کی شعری روایت میں عروض کے تجربات نظر نہیں آتے مگر شعرا کا عروضی شعور وقت کے ساتھ مزید پختہ ہوتا نظر آتا ہے۔

حوالہ جات

۱: نادرہ زیدی، تاریخِ ادبیاتِ مسلمانانِ پاک و ہند، س۔ن، ص ۱۵

۲: عظمیٰ سلیم، ڈاکٹر، شمالی علاقہ جات میں اردو زبان و ادب، ۲۰۰۸، ص ۱۱۰

۳: ایضاً، ص ۱۳۸

۴: روش، محمد افضل، دردِ پا، احمد پرنٹنگ پریس سرکلر روڈ بنی چوک، راولپنڈی ۲۰۰۴ء، ص ۱۲۵

۵: ایضاً، ص ۱۰۳

۶: ایضاً، ص ۴۹

۷: ایضاً، ص ۱۰۸

۸: ایضاً، ص ۵۱

۹: ایضاً، ص ۱۴۱

۱۰: ایضاً، ص ۱۰۹

۱۱: ایضاً، ص ۱۱۰

۱۲: ایضاً، ص ۱۱۱

۱۳: ایضاً، ص ۱۲۷

۱۴: ایضاً، ص ۱۴۶

۱۵: ایضاً، ص ۱۵۷

۱۶: ایضاً، ص ۱۱۲

۱۷: ایضاً، ص ۱۵۱

۱۸: ایضاً، ص ٦۰

۱۹: ایضاً، ص ۹۱

۲۰: ایضاً، ص ۹۵

۲۱: ایضاً

۲۲: ایضاً، ص ۹۴

۲۳: ایضاً، ص ۹۵

۲۴: ذیشان مہدی، نئے خواب کی خواہش، یونی ورسل انٹر پرائز سر کلر روڈ، راولپنڈی، ۲۰۰٦ء، ص ۷۷

۲۵: عاشق، عاشق حسین، گمشدہ خواب، حاجی حنیف پرنٹرز، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۲۷

۲٦: ایضاً، ص ۱۰۵

۲۷: ایضاً، ص ۱۰۷

۲۸: ایضاً، ص ۷۰

۲۹: دانش، احسان علی، ساحلِ مراد، شگری پرنٹنگ سروسز، راولپنڈی، ۲۰۱۸ء، ص ۹۷

۳۰: ، ایضاً، ص ۱۲٦

۳۱: ایضاً، ص ۱۲۹

۳۲: ایضاً، ص ۱۳۱

۳۳: ایضاً، ص ۱۳۲

۳۴: ایضاً، ص ۱۴۷

۳۵: ایضاً

۳۶: ایضاً، ص ۱۴۸

۳۷: ایضاً، ص ۱۸۰

۳۸: ایضاً

۳۹: ایضاً

۴۰: ایضاً

۴۱: ایضاً، ص ۱۹۲

۴۲: ایضاً، ص ۱۶

۴۳: ایضاً، ص ۱۹

۴۴: ایضاً، ص ۵۳

۴۵: ایضاً، ص ۵۸

۴۶: ایضاً، ص ۸۲

۴۷: ایضاً، ص ۸۳

۴۸: ایضاً، ص ۱۰۶

۴۹: ایضاً، ص ۱۰۷

۵۰: ایضاً

۵۱:ایضاً، ص۱۵۱

۵۲:ایضاً، ص۱۷۵

۵۳:ایضاً، ص۲۰۷

۵۴:ایضاً، ص۲۰۸

۵۵:ایضاً، ص۹۳

۵۶:ایضاً، ص۵۵

۵۷:ایضاً

۵۸:ایضاً، ص۳۹

۵۹:ایضاً، ص۲۰۹

۶۰:ایضاً، ص۲۴

۶۱:ایضاً، ص۲۷

۶۲:ایضاً

۶۳:ایضاً

۶۴:ایضاً، ص۹۷

۶۵:ایضاً، ص۹۸

۶۶: ایضاً، ص۲۷

۶۷:ایضاً، ص۲۱۸

۶۸: ایضاً، ص ۱۳۳

۶۹: ایضاً

۷۰: ایضاً، ص ۴۳

۷۱: ایضاً، ص ۱۵۸

۷۲: ایضاً، ص ۴۲

۷۳: ایضاً، ص ۱۶۹

۷۴: ایضاً، ص ۱۷۵

۷۵: ایضاً، ص ۹۱

۷۶: ایضاً

۷۷: ایضاً، ص ۱۱۲

۷۸: ایضاً، ص ۱۱۴

۷۹: ایضاً، ص ۹۱

۸۰: ایضاً، ص ۶۱

۸۱: ایضاً، ص ۱۰۰

۸۲: ایضاً، ص ۴۶

۸۳: ایضاً، ص ۵۰

۸۴: ایضاً، ص ۲۰

۸۵:ایضاً، ص۲۱

۸۶:ایضاً، ص۴۴

۸۷:ایضاً، ص۴۵

۸۸:ایضاً، ص۱۹۷

۸۹:اایضاً، ص۱۸۴

۹۰:ایضاً، ص۱۸۵

۹۱:ایضاً

۹۲:ایضاً

۹۳:ایضاً، ص۱۶۳

۹۴:ایضاً

۹۵:ایضاً، ص۱۳۸

۹۶:ایضاً

۹۷:ایضاً، ص۱۷۸

۹۸:ایضاً

۹۹:ایضاً، ص۱۷۹

۱۰۰:ایضاً

۱۰۱:ایضاً

۱۰۲: ایضاً

باب چہارم

گلگت اور بلتستان کے منتخب شعرا کی شاعری کا عروضی تقابل

الف: گلگت کے منتخب شعرا کے عروضی رجحانات وانحرافات، وجوہات:

گلگت کے چنیدہ اور منتخب شعرا کے اردو مجموعوں کے عروضی مطالعے کے بعد امید افزا بات یہ سامنے آتی ہے کہ اس دور افتادہ علاقے میں جہاں اردو زبان وادب کی آمد و ترویج ملک کے دیگر حصوں کی نسبت خاصی دیر سے ہوئی ہے، علم وادب کے ارتقاء کی رفتار حیرت انگیز ہے۔ نصف صدی سے بھی کم وقت میں یہاں اردو شعر و سخن نے جو مقام پایا ہے نہایت حوصلہ افزا ہے۔ تحقیق کے دوران یہ بات سامنے آئی کہ یہاں کے شعرا نہ صرف اردو شعر گوئی پر خوب دسترس رکھتے ہیں بلکہ علمِ عروض یعنی شعری آہنگ کی بھی گہری آگہی رکھتے ہیں۔ اردو میں مروجہ بحور کی بات کی جائے تو یہاں کے شعرا قریباً تمام مستعملہ اور معروف بحور کے آہنگ سے نہ صرف آگاہ ہیں بلکہ اسے تخیل کے حسین تاروں سے جوڑ کر مہارت سے برتنے میں بھی قدرت رکھتے ہیں۔ گلگت کے زیرِ تحقیق ہر شاعر نے معروف اردو بحور کو بلا تکلف آسانی و روانی سے برتا ہے۔ سب سے پہلے ان منتخب شعرا کی برتی گئی تمام بحور شعرا کی ترتیب اور بحور کی تعداد کے ساتھ ملاحظہ ہوں:

خوشی محمد طارق:

۱۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف ۲۳ بار

مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن

۲۔ رمل مثمن سالم محذوف ۱۲ بار

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

۳۔ ہزج مثمن سالم ۱۰ بار

مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

۴۔ ہزج مسدس محذوف ۶ بار

مفاعیلن مفاعیلن فعولن

۵۔ ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف ۵ بار

مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ فعولن

۶۔ رمل مثمن سالم مخبون محذوف ۴ بار

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

۷۔ خفیف مسدس مخبون محذوف ۳ بار

فاعلاتن مفاعلن فعلن

۸۔ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن ۲ بار

مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

۹۔ متقارب مثمن سالم ۲ بار

فعولن فعولن فعولن فعولن

۱۰۔ ہندی/متقارب مثمن اثرم مقبوض محذوف مضاعف ۲ بار

فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن

۱۱۔ ہزج مربع اخرب سالم ۲ بار

مفعولُ مفاعیلن

۱۲۔ رمل مسدس محذوف ۲ بار

فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

۱۳۔ رمل مثمن مشکول مسکن ۱ بار

مفعولُ فاعلاتن مفعولُ فاعلاتن

۱۴۔ ہندی/متقارب مثمن اثرم مقبوض محذوف مضاعف ۱ بار

فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع

۱۵۔ ہزج مثمن مقبوض ۱ بار

مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن

۱۶۔ متقارب مثمن محذوف ۱ بار

فعولن فعولن فعولن فعل

احسان شاہ :

۱۔ ہزج مسدس محذوف ۱۵ بار

مفاعیلن مفاعیلن فعولن

۲۔ رمل مثمن سالم مخبون محذوف ۱۵ بار

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

۳۔ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن ۱۴ بار

مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

۴۔ خفیف مسدس مخبون محذوف ۵ بار

فاعلاتن مفاعلن فعلن

۵۔ ہزج مثمن محذوف ۴ بار

مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن فعولن

۶۔ ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف ۴ بار

مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ فعولن

۷۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف ۲ بار

مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن

۸۔ جمیل مسدس سالم ۲ بار

مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن

۹۔ جمیل مربع سالم ۲ بار

مفاعلاتن مفاعلاتن

۱۰۔ ہندی/ متقارب مسدس اثرم مقبوض محذوف مضاعف ۲ بار

فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع

۱۱۔رمل مسدس مخبون محذوف ۱ بار

فاعلاتن فعلاتن فعلن

۱۲۔ہزج مربع محذوف ۱ بار

مفاعیلن فعولن

۱۳۔کامل مسدس سالم ۱ بار

متفاعلن متفاعلن متفاعلن

۱۴۔رمل مسدس محذوف ۱ بار

فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

۱۵۔ہندی/متقارب مربع اثرم مقبوض محذوف مضاعف ۱ بار

فعلن فعلن فعلن فع

امین ضیا:

۱۔مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن ۴۴ بار

مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

۲۔ہزج مسدس محذوف ۱۸ بار

مفاعیلن مفاعیلن فعولن

۳۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف	۱۸ بار
مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن	
۴۔ ہزج مثمن سالم	۱۰ بار
مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن	
۵۔ خفیف مسدس مخبون محذوف	۹ بار
فاعلاتن مفاعلن فعلن	
۶۔ رمل مثمن سالم مخبون محذوف	۸ بار
فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن	
۷۔ رمل مثمن سالم محذوف	۸ بار
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن	
۸۔ رمل مثمن مشکول مسکن	۱ بار
مفعولُ فاعلاتن مفعولُ فاعلاتن	
۹۔ رجز مربع سالم	۱ بار
مستفعلن مستفعلن	
۱۰۔ متقارب مثمن محذوف	۱ بار
فعولن فعولن فعولن فعل	

۱۱۔ ہندی/متقارب مثمن اثرم مقبوض محذوف مضاعف ۱ بار

فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع

۱۲۔ ہندی/متقارب مسدس اثرم مقبوض محذوف مضاعف ۱ بار

فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع

حبیب الرحمٰن مشتاق:

۱۔ رمل مثمن سالم مخبون محذوف ۱۱ بار

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

۲۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف ۸ بار

مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن

۳۔ ہزج مسدس محذوف ۸ بار

مفاعیلن مفاعیلن فعولن

۴۔ خفیف مسدس مخبون محذوف ۷ بار

فاعلاتن مفاعلن فعلن

۵۔ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن ۶ بار

مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

۶۔ ہزج مثمن محذوف ۵ بار

مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن فعولن

۷۔ہزج مثمن سالم ۲ بار

مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

۸۔ہندی/متقارب اثرم مقبوض محذوف ۲ بار

فعلن فعلن فعلن فعلن

۹۔رمل مسدس مخبون محذوف مسکن ۱ بار

فاعلاتن فعلاتن فعلن

۱۰۔رمل مثمن محذوف ۱ بار

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

اکبر حسین نحوی:

۱۔ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن ۲۲ بار

مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

۲۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف ۲۱ بار

مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن

۳۔رمل مثمن سالم مخبون محذوف مسکن ۱۸ بار

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

۴۔خفیف مسدس مخبون محذوف ۱۳ بار

فاعلاتن مفاعلن فعلن

۵۔ہزج مثمن سالم ۷ بار

مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

۶۔ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف ۵ بار

مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ فعولن

۷۔رمل مسدس مخبون محذوف ۴ بار

فاعلاتن فعلاتن فعلن

۸۔ہزج مسدس محذوف ۱ بار

مفاعیلن مفاعیلن فعولن

۹۔زمزمہ/متدارک مثمن مضاعف ۱ بار

فعلن فعِلن فعلن فعِلن فعلن فعِلن فعلن فعِلن

۱۰۔ جمیل مربع سالم ۱ بار

مفاعلاتن مفاعلاتن

۱۱۔رجز مثمن سالم ۱ بار

مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن

۱۲۔رمل مسدس محذوف ۱ بار

فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

۱۳۔ہندی/متقارب مسدس اثرم مقبوض محذوف مضاعف ۱ بار

فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع

گلگت کے ان منتخب شعرا کی کل مستعملہ بحور درجہ ذیل ہیں:

۱۔رمل مثمن سالم محذوف

۲۔رمل مثمن سالم مخبون محذوف

۳۔رمل مثمن مشکول مسکن

۴۔رمل مسدس محذوف

۵۔رمل مسدس مخبون محذوف مسکن

۶۔ہزج مثمن سالم

۷۔ہزج مثمن محذوف

۸۔ہزج مثمن مقبوض

۹۔ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف

۱۰۔ہزج مسدس محذوف

۱۱۔ہزج مربع محذوف

۱۲۔ہزج مربع اخرب سالم

۱۳۔رجز مثمن سالم

۱۴۔رجز مربع سالم

۱۵۔متقارب مثمن سالم

۱۶۔ مثمن محذوف

۱۷۔متقارب مثمن اثرم مقبوض محذوف

۱۸۔متقارب مسدس اثرم مقبوض محذوف

۱۹۔متقارب مربع اثرم مقبوض محذوف

۲۰۔ جمیل مسدس سالم

۲۱۔ جمیل مربع سالم

۲۲۔متدارک مثمن مضاعف

۲۳۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف

۲۴۔ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن

۲۵۔خفیف مسدس مخبون محذوف

۲۶۔کامل مسدس سالم

اس کثرت سے معروف بحور کی آگہی اور ان کو اپنے برتاؤ میں لانا یہاں کے شعرا کے عروضی شعور کی پختگی پر دال ہے۔ ہم بلا جھجک اس بات کا اعتراف کر سکتے ہیں کہ یہاں کے شعرا کا عروضی شعور کسی طور معاصر روایت میں عالمِ اردو کے کسی گوشے سے کم نہیں۔

علمِ عروض ایک نہایت دقیق علم ہے جس کی وجہ تسمیہ بھی بعض کے نزدیک اس کا مشکل ہونا ہے کہ پہاڑوں کی درمیانی گھاٹی کو عروض کہتے ہیں جیسا کہ ڈاکٹر تقی عابدی لکھتے ہیں: ''بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح پہاڑوں پر چڑھنے کے راستے مشکل اور تنگ ہوتے ہیں اسی طرح یہ علم مشکل اور سخت ہے''(۱)

پس علمِ عروض جیسے مشکل علم سے ایسی گہری آشنائی اس بات کی بھی دلیل ہے کہ مرکز سے دوری کے باوجود یہاں کی اردو شعری روایت تیزی سے ارتقا کے مرحلے طے کر رہی ہے اور ملک کے دیگر حصوں کے شانہ بشانہ چلنے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے۔ اب ہم شعرائے گلگت کی پسندیدہ بحور کا جائزہ لیتے ہیں:

پسندیدہ بحور:

۱۔ ہزج مسدس محذوف

۲۔ خفیف مسدس مخبون محذوف

۳۔ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن

۴۔ ہزج مثمن محذوف

۵۔ رمل مثمن سالم مخبون محذوف مسکن

۶۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف

۷۔ ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف

۸۔ ہزج مثمن سالم

۹۔رمل مثمن سالم محذوف

یہ وہی بحور ہیں جو قدیم اور معاصر اردو شعری روایت میں بھی کثرت سے برتی جارہی ہیں۔پس اسی سے یہ بات تو ثابت ہو ہی جاتی ہے کہ گلگت کا شاعر بھی معاصر اردو شعری روایت سے نہ صرف آگاہ ہے بلکہ اس کے شانہ بشانہ چلنے کی کوشش میں مصروفِ عمل ہے۔ان بحور کی پسندیدگی کی وجوہات تلاش کی جائیں تو سب سے پہلے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ بحور اپنی چستی اور روانی کی وجہ سے شعرا کو زیادہ بھاجاتی ہیں۔غیر مستعملہ بحور اور معروف بحور میں امتیازی افتراق ان کے آہنگ کی روانی اور چستی کا ہے۔تاریخ شاہد ہے کہ اردو شعرا نے ان بحور کو ہمیشہ ترجیح دی ہے جو نسبتاً رواں اور چست ہیں۔اس معاملے میں ایک دلچسپ مثال دیکھیے:

تندیِ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب

یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے(۲)

جہاں اس شعر کے خالق کی بابت لوگوں میں غلط فہمی ہے وہیں اس شعر کی بحر کا بھی غلط گمان ہے۔اس شعر کو عموماً لوگ بحر رمل مثمن مخبون محذوف (فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن) میں پڑھتے ہیں جب کہ اس کا اصل وزن، بحر رمل مثمن سالم محذوف (فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن) ہے۔شعرا گرچہ دونوں اوزان میں پڑھا جاسکتا ہے مگر اصل وزن میں نہ پڑھنے کی وجہ دوسرے وزن کی نسبت اس کا بوجھل ہونا ہے۔

گلگت کے شعرا نے یقیناً یہ بحور قدیم و معاصر اردو روایت کی تقلید میں اپنائی ہیں۔اور جتنی مدت اس دور افتادہ علاقے کی روایت پروان چڑھتے ہوئی ہے اس میں تقلید ہی کی جاسکتی ہے۔یقیناً تقلید ہی اجتہاد کی پہلی سیڑھی ہے۔اس نو عمر اردو شعری روایت سے تقلید کے سوا کوئی تقاضا کرنا میرے خیال میں زیادتی نہیں تو قبل از وقت ضرور ہے۔یہاں کی اردو ادب کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم پڑتا ہے، جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا، گلگت اور بلتستان میں اردو ادب کی ترویج میں ملک کے دیگر حصوں سے سرکاری نوکری کے سبب آئے علم دوست افراد کا ہاتھ ہے اور وہ لوگ یقیناً مرکزی روایت سے جڑے تھے جن کی تقلید نے یہاں کے شعرا کو راہ دکھائی اور یہاں کی اردو ادبی روایت پروان چڑھنے لگی۔اب دیکھنا یہ ہے کہ یہاں کی روایت کب

تقلید سے اجتہاد کا سفر شروع کرتی ہے۔ جس تیزی سے یہاں اردو ادب ارتقائی مراحل طے کر رہا ہے اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ دن دور نہیں جب مجھ جیسا کوئی ادب کا طالبِ علم دبستانِ گلگت یا دبستانِ بلتستان جیسے کسی موضوع پر تحقیق کر رہا ہو۔

اب ہم گلگت کے منتخب شعرا کی کم پسندیدہ بحور کا جائزہ لیتے ہیں:

کم پسندیدہ بحور:

۱۔ ہندی/متقارب اثرم مقبوض محذوف

۲۔ رمل مسدس مخبون محذوف مسکن

۳۔ زمزمہ/متدارک مثمن مخبون مضاعف

۴۔ جمیل مربع سالم

۵۔ رجز مثمن سالم

۶۔ متقارب مثمن سالم

۷۔ ہزج مربع اخرب سالم

۸۔ رمل مثمن مشکول مسکن

۹۔ ہزج مثمن مقبوض

۱۰۔ متقارب مثمن محذوف

۱۱۔ رجز مربع سالم

۱۲۔ جمیل مسدس سالم

۱۳۔ ہزج مربع محذوف

۱۴۔ کامل مسدس سالم

یہ وہ بحور ہیں کہ جو منتخب شعرائے گلگت نے برتی ضرور ہیں مگر کم۔ بعض اوقات ان میں سے کوئی بحر کسی شاعر نے شاید نسبتاً کثرت سے بھی برتی ہو مگر ہماری مراد تمام شعرا کے برتنے سے ہے۔ ان بحور میں سے اکثر وہ ہیں جو معاصر شعری منظر نامے میں بھی کم نظر آتی ہیں۔ یہاں بھی ان بحور کے کم برتنے میں روایت کی تقلید ہی کارفرما نظر آتی ہے۔

گلگت کے ان منتخب اردو شعرا کے مجموعوں میں کوئی عروضی تجربہ نظر نہیں آتا۔ اور نہ کوئی ایسا انحراف نظر آتا ہے کہ جو تجرباتی سطح میں شمار کیا جا سکے۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ یہاں کی اردو شعری روایت ابھی نصف صدی کا سفر ہی طے کر پائی ہے اور حقیقی معنوں میں اس روایت کی ترقی کو دو، تین دہائیاں ہی ہوئیں ہیں، تو ایسے میں اس نوزائدہ شعری روایت سے عروض جیسے دقیق معاملے میں تجربات وانحرافات کا تقاضا کرنا زیادتی ہوگی۔ البتہ جس تیزی سے یہ روایت پنپ رہی ہے اور یہاں کی نئی پود اردو شعر سے جتنی محبت اور دلچسپی رکھتی ہے تو بعید نہیں کہ مستقبلِ قریب میں اس طرف بھی شعرا کا رجحان ہو اور عین ممکن ہے کہ یہ ادنیٰ سی تحقیقی کاوش بھی اس میں ممد ثابت ہو۔

ب: بلتستان کے منتخب شعرا کے عروضی رجحانات وانحرافات، وجوہات:

بلتستان کے منتخب اردو شعرا کا مطالعہ بھی اتنا ہی امید افزا ہے کہ جتنا گلگت کے اردو شعرا کا۔ بلتستان اور گلگت میں اردو ادب کی روایت ابتدا سے ساتھ ساتھ چلتی نظر آتی ہے۔ دونوں خطوں کی تاریخ، تہذیب اور جغرافیہ ایک جیسے ہیں لہٰذا ان کے ادبی رجحانات ومیلانات میں بھی خاص اختلاف نظر نہیں آتا۔ ذیل میں بلتستان کے منتخب شعرا کی برتی گئی بحور بالترتیب پیش کی جاتی ہیں:

اسد زیدی:

۱۔ خفیف مسدس مخبون محذوف ۱۴ بار

فاعلاتن مفاعلن فعلن

۲۔رمل مثمن محذوف ۱۱ بار

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

۳۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف ۹ بار

مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن

۴۔ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن ۶ بار

مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

۵۔رمل مثمن سالم مخبون محذوف ۵ بار

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

۶۔ ہزج مثمن سالم ۴ بار

مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

۷۔ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف ۳بار

مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ فعولن

۸۔ہندی/متقارب مثمن اثرم مقبوض محذوف مضاعف ۲ بار

فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع

۹۔ہزج مثمن سالم اخرب ۱ بار

مفعولُ مفاعیلن مفعولُ مفاعیلن

۱۰۔ہندی/متقارب مثمن اثرم مقبوض محذوف	۱ بار
فعلن فعلن فعلن فعلن	
۱۱۔ سریع مسدس مطوی مکسوف	۱ بار
مفتعلن مفتعلن فاعلات	

افضل روش:

۱۔ خفیف مسدس مخبون محذوف	۱۶ بار
فاعلاتن مفاعلن فعلن	
۲۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف	۱۵ بار
مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن	
۳۔ ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف	۱۲ بار
مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ فعولن	
۴۔ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن	۱۱ بار
مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن	
۵۔ رمل مثمن سالم محذوف	۸ بار
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن	
۶۔ رمل مثمن سالم مخبون محذوف	۷ بار

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

۷۔ ہزج مسدس محذوف ۷ بار

مفاعیلن مفاعیلن فعولن

۸۔ ہزج مثمن سالم ۶ بار

مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

۹۔ رمل مسدس سالم محذوف ۲ بار

فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

۱۰۔ ہزج مربع سالم ۲ بار

مفاعیلن مفاعیلن

ذیشان مہدی:

۱۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف ۱۷ بار

مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن

۲۔ رمل مثمن سالم مخبون محذوف ۱۱ بار

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

۳۔ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن ۱۱ بار

مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

۴۔ خفیف مسدس مخبون محذوف ۱۱ بار

فاعلاتن مفاعلن فعلن

۵۔ ہزج مثمن سالم ۱۰ بار

مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

۶۔ رمل مسدس محذوف ۹ بار

فاعلاتن فعلاتن فعلن

۷۔ ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف ۴ بار

مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ فعولن

۸۔ ہزج مسدس محذوف ۲ بار

مفاعیلن مفاعیلن فعولن

۹۔ رمل مثمن محذوف ۲ بار

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

۱۰۔ ہندی/متقارب مسدس اثرم مقبوض محذوف مضاعف ۲ بار

فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع

۱۱۔ ہزج مثمن اشتر ۲ بار

فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن

۱۲۔ہزج مربع اشتر ۱ بار

فاعلن مفاعیلن

۱۳۔ہندی/متقارب مثمن اثرم مقبوض محذوف ۱ بار

فعلن فعلن فعلن فعلن

۱۴۔متقارب مثمن سالم ۱ بار

فعولن فعولن فعولن فعولن

۱۵۔متدارک مثمن سالم مضاعف ۱ بار

فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن

۱۶۔کامل مسدس سالم ۱ بار

متفاعلن متفاعلن متفاعلن

۱۷۔ جمیل مسدس سالم ۱ بار

مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن

۱۸۔خفیف مسدس مخبون محذوف مضاعف ۱ بار

فاعلاتن مفاعلن فعلن فاعلاتن مفاعلن فعلن

۱۹۔رمل مثمن مشکول مسکن ۱ بار

مفعولُ فاعلاتن مفعولُ فاعلاتن

۲۰۔رمل مربع مشکول مسکن ۱ بار

مفعولُ فاعلاتن

عاشق حسین عاشق:

۱۔ رمل مثمن مخبون محذوف ۲۱ بار

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

۲۔ہزج مثمن سالم ۱۹ بار

مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

۳۔ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن ۹ بار

مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

۴۔رمل مثمن محذوف ۷ بار

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

۵۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف ۵ بار

مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن

۶۔ خفیف مسدس مخبون محذوف ۴ بار

فاعلاتن مفاعلن فعلن

۷۔ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف ۲ بار

مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ فعولن

۸۔ ہزج مثمن اشتر ۱ بار

فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن

۹۔ خفیف مسدس مخبون محذوف مضاعف ۱ بار

فاعلاتن مفاعلن فعلن فاعلاتن مفاعلن فعلن

۱۰۔ ہزج مسدس محذوف ۱ بار

مفاعیلن مفاعیلن فعولن

۱۱۔ ہندی/ متقارب مسدس اثرم مقبوض محذوف مضاعف ۱ بار

فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع

۱۲۔ رمل مسدس مخبون محذوف مسکن ۱ بار

فاعلاتن فعلاتن فعلن

۱۳۔ ہزج مثمن سالم اخرب ۱ بار

مفعولُ مفاعیلن مفعولُ مفاعیلن

احسان دانش:

۱۔ ہزج مثمن سالم ۲۸ بار

مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

۲۔رمل مثمن سالم محذوف ۲۱ بار

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

۳۔ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف ۱۲ بار

مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ فعولن

۴۔خفیف مسدس مخبون محذوف ۸ بار

فاعلاتن مفاعلن فعلن

۵۔ ہزج مسدس محذوف ۷ بار

مفاعیلن مفاعیلن فعولن

۶۔رمل مثمن سالم مخبون محذوف ۶ بار

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

۷۔رمل مسدس محذوف ۴ بار

فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

۸۔مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف ۴ بار

مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن

۹۔ہزج مثمن اشتر ۴ بار

فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن

۱۰۔ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن ۴ بار

مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

۱۱۔ ہندی/متقارب اثرم مقبوض محذوف ۲ بار

فعلن فعلن فعلن فعلن

۱۲۔ رمل مسدس مخبون محذوف مسکن ۱ بار

فاعلاتن فعلاتن فعلن

۱۳۔ متقارب مثمن سالم ۱ بار

فعولن فعولن فعولن فعولن

۱۴۔ جمیل مثمن سالم ۱ بار

مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن

۱۵۔ زمزمہ/متدارک مثمن مخبون مضاعف ۱ بار

فعلن فِعِلن فعلن فِعِلن فعلن فِعِلن فعلن فِعِلن

۱۶۔ ہندی/متقارب مثمن اثرم مقبوض محذوف مضاعف ۱ بار

فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع

۱۷۔ ہندی/متقارب مسدس اثرم مقبوض محذوف مضاعف ۱ بار

فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن

بلتستان کے ان منتخب اردو شعراء کی کل مستعملہ بحور درجہ ذیل ہیں:

۱۔ ہزج مثمن سالم

۲۔ رمل مثمن سالم محذوف

۳۔ ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف

۴۔ خفیف مسدس مخبون محذوف

۵۔ رمل مسدس محذوف

۶۔ رمل مثمن سالم مخبون محذوف

۷۔ ہزج مسدس محذوف

۸۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف

۹۔ رمل مسدس مخبون محذوف مسکن

۱۰۔ ہزج مثمن اشتر

۱۱۔ مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن

۱۲۔ ہندی/متقارب اثرم مقبوض محذوف

۱۳۔ متقارب مثمن سالم

۱۴۔ جمیل مثمن سالم

۱۵۔ زمزمہ/متدارک مثمن مخبون مضاعف

۱۶۔ہندی/متقارب مثمن اثرم مقبوض محذوف مضاعف

۱۷۔ہندی/متقارب مسدس اثرم مقبوض محذوف مضاعف

۱۸۔ہزج مربع اشتر

۱۹۔متدارک مثمن سالم مضاعف

۲۰۔کامل مسدس سالم

۲۱۔ جمیل مسدس سالم

۲۲۔خفیف مسدس مخبون محذوف مضاعف

۲۳۔رمل مثمن مشکول مسکن

۲۴۔رمل مربع مشکول مسکن

۲۵۔ہزج مربع سالم

۲۶۔ہزج مثمن سالم اخرب

۲۷۔ سریع مسدس مطوی مکسوف

درجہ ذیل وہ بحور ہیں جو منتخب شعرائے بلتستان کے مجموعوں میں کثرت سے نظر آتی ہیں:

۱۔ہزج مثمن سالم

۲۔رمل مثمن سالم محذوف

۳۔ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف

۴۔خفیف مسدس مخبون محذوف

۵۔رمل مسدس محذوف

۶۔رمل مثمن سالم مخبون محذوف

۷۔ہزج مسدس محذوف

۸۔مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف

۹۔رمل مسدس مخبون محذوف مسکن

۱۰۔مجتث مثمن مخبون محذوف مسکن

اب بلتستان کے انہی منتخب شعرا کی کم پسندیدہ اور کم مستعمل بحور دیکھئے:

۱۔متقارب مثمن سالم

۲۔جمیل مثمن سالم

۳۔ہندی/متقارب اثرم مقبوض محذوف

۴۔زمزمہ/متدارک مثمن مخبون مضاعف

۵۔ہندی/متقارب مثمن اثرم مقبوض محذوف مضاعف

۶۔ہندی/متقارب مسدس اثرم مقبوض محذوف مضاعف

۷۔ہزج مثمن اشتر

۸۔ہزج مربع اشتر

۹۔ متدارک مثمن سالم مضاعف

۱۰۔ جمیل مسدس سالم

۱۱۔خفیف مسدس مخبون محذوف مضاعف

۱۲۔رمل مثمن مشکول مسکن

۱۳۔رمل مربع مشکول مسکن

۱۴۔ہزج مربع سالم

۱۵۔ہزج مثمن سالم اخرب

۱۶۔ سریع مسدس مطوی مکسوف

گلگت اور بلتستان کے منتخب اردو شعرا کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کی ان دونوں ہمسایہ خطوں کے شعرا کا نہ صرف شعری شعور قریباً ایک جیسا ہے بلکہ ان شعرا کا عروضی شعور بھی ایک سطح کا اور ہم مزاج ہے۔اس کی سب سے بڑی دلیل دونوں خطوں کے شعرا کی مستعملہ بحور ہیں اور ان بحور کا انتخاب ہے۔اور یہی نہیں ان شعرا کے ہاں عروضی اغلاط اور تساہل بین البحرین بھی ایک طرح کا ہے۔تاریخ، جغرافیہ اور تہذیب و تمدن کی یکسانیت کے علاوہ اس کی وجہ بنیادی طور پر پھر وہی ہے کہ ان خطوں کا اردو زبان وادب سے تعارف ساتھ ساتھ ہوا ہے اور ان کے شعری شعور نے ایک ساتھ اور ایک ہی انداز میں تربیت پائی ہے۔ جس کے سبب لامحالہ ان خطوں کے شعرا شعوری و لاشعوری طور پر ایک سا شعری مزاج رکھتے ہیں۔دونوں خطوں کے شعرا کے ہاں عروضی انحرافات و تجربات دورانِ تحقیق دیکھنے کو نہیں ملے۔اس علم کی پیچیدگی اور ان علاقوں کی اردو شعری روایت کی نوعمری دیکھتے ہوئے اس بات کی امید یا تقاضا فی الوقت مناسب بھی معلوم نہیں ہوتا۔البتہ یہاں کے اردو شاعروں کی اردو زبان سے محبت اور شعر و سخن میں جگر کاوی دیکھتے ہوئے مستقبلِ قریب میں ایسی کوئی امید

رکھنا یقیناً بے جا نہ ہو گا۔ یہاں کے شعرا نے نہ صرف مثمن اوزان برتتے ہیں بلکہ مربع، مسدس اور مضاعف اوزان میں بھی کامیاب طبع آزمائی کی ہے جو اس خطے کی اردو شعری روایت کے تیز تر ارتقا کی دلیل اور روشن مستقبل کی نوید ہے۔

ج: گلگت اور بلتستان کے منتخب اردو شعرا کے عروضی اسقام اور ان کی وجوہات:

علمِ عروض ایک دقیق اور باریک علم ہے اور یہ دیکھا گیا ہے کہ اچھے اچھے شعرا بحر و آہنگ کے معاملے میں دھوکا کھا جاتے ہیں۔ غالب جیسے یگانۂ روزگار کی رباعی ''دل رک رک کر بند ہو گیا ہے غالب'' آج بھی زیرِ بحث ہے۔ ایسے میں اردو زبان و ادب سے نو واقف اس خطے کے شعرا کی لاشعوری اغلاط سے صرفِ نظر نہ کرنا زیادتی ہو گی۔ قریب الآہنگ بحور میں تساہل بھی اردو کے مستند شاعروں سے سرزد ہو چکا ہے۔ معرکہ آرا کتاب ''آبِ حیات'' میں محمد حسین آزاد لکھتے ہیں:

''ان میں مرزا عظیم بیگ تھے کہ سودا کے دعویٰ شاگرد اور پرانی مشق نے ان کا دماغ بہت بلند کر دیا تھا۔۔۔ایک دن وہ میر ماشاءاللہ خاں کے پاس آئے اور غزل سنائی کہ بحرِ رجز میں تھی۔ مگر ناواقفیت سے کچھ شعر رمل میں جا پڑے تھے، سید انشا بھی موجود تھے۔ تاڑ گئے۔۔۔''(۳)

پس ان شعرا سے عروض کی غلطیاں ہونا کوئی بڑی بات نہیں۔ اب دونوں خطوں کے شعرا کے عروضی اسقام کا جائزہ لیتے ہیں۔

گلگت کے شعرا کے عروضی اسقام اور وجوہات:

تحقیق کے دوران گلگت کے منتخب اردو شعرا کے ہاں نظر آنے والے عروضی اسقام کو ان کی نوعیت کی بنیاد پر درجہ ذیل انواع میں منقسم کیا جا سکتا ہے:

اشتباہِ آہنگ:

اس سے مراد، دو قرینِ آہنگ بحور میں دھوکا کھا جانا ہے۔ اردو مستعملہ بحور میں سے کچھ ایسی بھی ہیں جن کے ارکان اور آہنگ ایک جیسے ہیں اور عروض سے گہری واقفیت نہ رکھنے والے شعرا ان بحور میں تساہل کر بیٹھتے ہیں۔ ذیل میں شعرائے گلگت کے کلام سے اس کی چند مثالیں دیکھیے:

اکبر نحوی صاحب نے بحر مجتث مثمن مخبون مسکن (مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن) میں بحر رمل سالم مخبون محذوف (فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن) کا دھوکہ کھایا ہے جیسے درجہ ذیل مصرعے دیکھیے:

ع: منعموں کو رہِ ترحیم میں لانے کے لیے(۴)

ع: صدق کو کھا گئی تقریر کی بے ہودہ چڑیل(۵)

بالکل اس کے برعکس شاعر نے بحر رمل سالم مخبون محذوف (فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن) میں بحر مجتث مثمن مخبون مسکن (مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن) کا شبہ کیا ہے:

ع: بجا ہے فخر کرے دشت اپنے تاروں پر(۶)

ع: بدل گیا ہے بدلتا رہے نصاب حیات(۷)

اسی طرح اکبر نحوی صاحب نے بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف (مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن) اور بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف (مفعولُ مفاعیلُ مفاعیلُ فعولن) میں، بحر خفیف مسدس مخبون (فاعلاتن مفاعلن فعلن) اور بحر مجتث مثمن مخبون محذوف (مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن) اس کے علاوہ بحر رمل مسدس مخبون محذوف (فاعلاتن فعلاتن فعلن) اور بحر خفیف مسدس مخبون محذوف (فاعلاتن مفاعلن فعلن) میں بھی دھوکہ کھایا ہے۔

اسی طرح خوشی محمد طارق صاحب نے بحر رمل مثمن مشکول مسکن یا بحرِ مضارع مثمن اخرب (مفعولُ فاعلاتن مفعولُ فاعلاتن) اور بحر رمل مثمن مشکول (فعلاتُ فاعلاتن فعلاتُ فاعلاتن) کو ملا دیا ہے اگرچہ یہ جائز ہے، دیکھیے:

ع: میں ابھی تلک نہ سمجھا، تیری خو ہے یاادا ہے(۸)

ع: تجھے اب یہ دل بھلادے، مری روز و شب دعا ہے(۹)

یہ مصرعے رمل مثمن مشکول میں جاپڑے ہیں۔

حبیب الرحمٰن مشتاق نے بھی بحرِ ہزج مثمن محذوف (مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن فعولن) میں لکھتے لکھتے بحرِ ہزج مثمن سالم (مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن) کا دھوکہ کھایا ہے:

ع: ہمیں آواز دیتے ہیں سفر کے انگنت رستے(۱۰)

ع: مچلتے پانیوں پر کشتیاں ٹھہرا نہیں کرتیں(۱۱)

ان بحور میں تساہل کی بنیادی وجہ تو ان کے آہنگ کی مماثلت ہے۔ ان بحور میں بعض اوقات صرف ایک رکن کا تغیر ہوتا ہے جس کی وجہ سے شاعر سہو کا شکار ہو جاتا ہے۔ فکری و فنی حوالوں سے تنقید کا فقدان بھی ان اغلاط کی راہ ہموار کرتا ہے۔ اس کے علاوہ عروض سے شعوری آگہی کی کمی بھی اس کا ایک اہم سبب ہے۔

ناجائز سقوطِ حروف:

عروضی اعتبار سے شاعر کو کچھ حروف کے اسقاط کا اختیار حاصل ہے کہ ضرورت کے تحت انہیں گرا سکتا ہے اگرچہ اسی شعر کو خوب مانا جاتا ہے کہ جس میں کم سے کم اسقاطِ حروف واقع ہو۔ عروضی قواعد سے ناواقفیت کی بنا پر بعض اوقات شعرا ان حروف کو بھی ساقط کر لیتے ہیں کہ جن کی اجازت نہیں اور جو شعر کے صوتی حسن کو مجروح کر دیتے ہیں۔ ذیل میں شعرائے گلگت کے کلام سے غلط اسقاطِ حروف کی چند مثالیں پیش ہیں:

ع: عباس علی و اکبر و تنویر باوفا(۱۲)

ع: تو فرقہ واریت کے تنازعے ہزار رکھ(۱۳)

یہاں اکبر نحوی صاحب نے ''علی'' اور '' تنازعے'' کی ''ع'' کا سقوط کیا ہے۔

خوشی محمد طارق صاحب نے ایک غزل میں " ہم نے" کو بطور ردیف اختیار کیا ہے اور ہر مصرعے میں "ہم" کی "ہ" گرا دی ہے جو بالکل جائز نہیں:

ع: فریبِ جاں ستاں کھائے ہیں جس سے بار بار ہم نے(۱۴)

امین ضیا صاحب نے بھی سقوطِ "ع" کیا ہے:

ع: ذوق تنوع باعث نیرنگی حیات (۱۵)

ان کے علاوہ بھی بہت سی مثالیں ہیں جو گزشتہ ابواب میں تفصیل سے مذکور ہو چکی ہیں۔

ناجائز تحرکِ حروف:

شعرائے گلگت نے جہاں حروف کا غلط اسقاط کیا ہے وہیں ساکن حروف کو خلافِ قاعدہ متحرک بھی کیا ہے جس کی مثالیں دیکھیے:

امین ضیا صاحب نے ہندی لفظ "دھیان" جس میں "ھ، ی اور الف" کی اصوات مخلوط ہوتی ہیں، کو "ی" کے تحرک کے ساتھ "دھِیَان" باور " اصل" کو "ص" کے تحرک سے " اصَل" باندھا ہے:

ع: ذرا سی دیر کو بھولوں اگر دھیان کو میں (۱۶)

ع: اصل آزاد ہو تم، تم نے پاکستاں بنایا ہے(۱۷)

خوشی محمد طارق صاحب نے "نفلیں" کو "ف" کے تحرک کے ساتھ برتا ہے:

ع: کبھی میں نے تیری خاطر، نفلیں بہت پڑھی ہیں(۱۸)

سقوط اور تحرک کے مسائل کا پیش خیمہ تو عروضی قواعد سے بے بہرہ ہونا اور الفاظ کو تلفظ کے تیقن و تعین کے بغیر برت دینا ہے۔ اردو تلفظ کے حوالے سے ایک ایسی زبان ہے جو باریک بینی کا تقاضا کرتی ہے جب کہ بعض اوقات شعرا و ادبا بے دھیانی میں عوامی و مقامی تلفظ برت دیتے ہیں جو درست نہیں ہوتا۔

الفاظ کا مقامی تلفظ:

کہیں کہیں شعرائے گلگت نے اردو الفاظ کا مقامی تلفظ برتا ہے جو کہ درست نہیں۔ یہ مقامی لہجے کا اثر ہے:

اکبر نحوی صاحب نے ''سوَر'' کو'' سور'' باندھا ہے جو مقامی لہجے کا اثر ہے:

ع: سور کی مدح سے نحوی نے ادھار کھایا ہے(۱۹)

امین ضیا صاحب نے ''ترس''کو'' ترَس'' باندھا ہے جیسا کہ ان خطوں کا لہجہ ہے۔

ع: ترس والا، کرم والا ہے سب سے (۲۰)

درآمدہ زبانوں پر مقامی زبانوں کا اثر ہونا یقیناً حیرت انگیز نہیں ہے۔ یہاں بھی مقامی زبان ''شینا'' بولنے والوں کا مخصوص اردو لہجہ ان اغلاط میں کارفرما نظر آتا ہے۔

بے وزن اشعار:

بعض اوقات شعرائے گلگت کچھ اوزان کو سمجھنے سے قاصر رہے ہیں اور مصرعے بے وزن کر دیے ہیں:

اکبر نحوی، بحر مجتث مثمن مخبون مسکن (مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن) برتتے ہوئے اس مصرعے میں بے وزن ہو گئے ہیں:

ع: منارۂ جمالیات ہے علی کا نصاب (۲۱)

اسے طرح بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف (مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن) میں لکھتے ہوئے درج ذیل مصرعے بے وزن ہو گئے ہیں:

ع: ذریعہ روزگار ہے انسان کا لہو(۲۲)

ع: جو سروِ ذریّت زہرا تھا، چھن گیا(۲۳)

خوشی محمد طارق نے بحر ہزج مربع اخرب سالم (مفعولُ مفاعیلن) پر لکھتے ہوئے بہت سے مصرعے بے وزن کر دیے ہیں:

ع: اب کس نے آنا ہے(۲۴)

ع: سر پر گوری کے(۲۵)

اسے طرح امین ضیا نے بھی، بحر مجتث مثمن مخبون مسکن (مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن) میں لکھتے ہوئے کئی مصرعے بے وزن کہہ دیے ہیں:

ع: جو تیرا ہے وہ اس کا، اور اس کا سب تیرا(۲۶)

ع: خمارِ وصل میں جی لوں گا ققنس کی طرح(۲۷)

یہ اغلاط عروض سے گہری آشنائی نہ ہونے کے ساتھ ساتھ شاعرانہ غفلت اور تساہل کے سبب سرزد ہو گئی ہیں۔

بلتستان کے منتخب شعرا کے عروضی اسقام اور وجوہات:

بلتستان کے منتخب اردو شعرا کے کلام میں بھی کم و بیش وہی اسقام و اغلاط پائے جاتے ہیں کی جو گلگت کے منتخب اردو شعرا کے ہاں دیکھنے کو ملے۔ ذیل میں یہ اسقام مثالوں کے ساتھ پیش بالترتیب پیش کیے جا رہے ہیں:

اشتباہِ آہنگ:

احسان علی دانش نے بحر خفیف مسدس مخبون محذوف (فاعلاتن مفاعلن فعلن) میں لکھتے ہوئے کئی مصرعے بحر رمل مسدس مخبون محذوف مسکن (فاعلاتن فعلاتن فعلن) میں لکھ دیے ہیں:

ع: اشکِ غم حضرتِ دانش کب تک (۲۸)

ع: ہاں مگر بیت گئے چار پہر (۲۹)

اسی طرح احسان دانش نے بحر رمل مسدس مخبون محذوف مسکن (فاعلاتن فعلاتن فعلن) برتتے ہوئے بحر خفیف مسدس مخبون محذوف کا دھوکہ کھایا ہے:

ع: یہ جوانی بھی کیا جوانی ہے (۳۰)

ع: دل کے باہم ملاپ سے پہلے (۳۱)

ان دونوں بحور کے آہنگ کی مماثلت سبب بنی کہ احسان دانش ان میں اشتباہ کر بیٹھے۔ اس کے علاوہ بلتستان کے شعرا میں آہنگ کا تساہل نظر نہیں آتا جو گلگت کے شعرا کی نسبت زیادہ امید افزا ہے۔

ناجائز سقوطِ حروف:

یہ بے احتیاطی شعرائے گلگت کی طرح بلتستان کے شعرا میں بھی بہت دیکھنے کو ملتی ہے ذیل میں مثالیں دیکھیے:

احسان دانش کے ہاں سقوطِ حروف کی چند مثالیں دیکھیے:

ع: ہمارا ایک ہے دکھ، درد، راحت اور چین سب کا (۳۲)

ع: ہے اک سوزِ جگر سب کا تو ہے اک نورِ عین سب کا (۳۳)

ان مصرعوں میں ''چین'' اور ''عین'' دونوں کو سقوطِ ''ی'' سے ''چن'' اور ''عن'' کر دیا ہے۔

افضل روش کے ہاں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں، مثالیں دیکھیے:

ع: وہ لاکھ برا سہی نہ کہوں گا برا اسے (۳۴)

یہاں شاعر نے لفظ ''لاکھ'' کو ''لکھ'' کے وزن پر باندھا ہے

ع: آئے گی بہار مجھ کو بتایا ہے کسی نے(۳۵)

یہاں ''بہار'' کو سقوطِ ''ا'' سے '' بہر'' باندھا ہے۔

عاشق حسین عاشق کے ہاں بھی اس کی مثال مل جاتی ہے اگرچہ بہت کم:

ع: میں اپنے ہاتھ سے بُنتا تھا اپنے خواب عاشق(۳۶)

یہاں لفظ ''عاشق'' کی ''ع'' گر رہی ہے جو کہ ناجائز ہے۔

خلافِ قواعد تحرکِ حروف:

احسان دانش کے ہاں اس کی بہت سی مثالیں دستیاب ہیں، چند دیکھیے:

ع: علم خود روشنی ہے، روشنی سے دوستی کر لو(۳۷)

''علم'' کو ''ل'' متحرک کے ساتھ باندھا ہے۔

ع: بڑے دن کے بعد کل شب کو سونے کا مزا آیا(۳۸)

یہاں ''بعد'' کی ''ع'' متحرک کر کے شاعر نے ''بعَد'' باندھا ہے۔

افضل روش کے ہاں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں مگر خال خال:

ع: رہا سفر میں عمر بھر یہ کارواں یارو(۳۹)

شاعر نے لفظ ''عمر'' کو ''م'' متحرک کے ساتھ ''عُمَر'' کے وزن پر باندھا ہے جو کہ فحش غلطی ہے۔

یہ اغلاط شعرا کی غفلت کے ساتھ ساتھ عروضی قواعد کی گہری آشنائی نہ ہونے کے باعث وقوع پزیر ہوئی ہیں۔ فنی و فکری تنقید کا نہ ہونا بھی یہاں کی شعری روایت میں ان فنی کمزوریوں کا ایک بڑا سبب ہے۔

مقامی تلفظ کا اثر:

شعرائے بلتستان کے ہاں بھی کہیں کہیں اردو کا مقامی لہجہ نظر آتا ہے جو شاعروں کو دھوکے میں ڈال دیتا ہے اور لفظ کو غلط تلفظ کے ساتھ برت دیتے ہیں:

احسان دانش کے ہاں اس کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں، چند دیکھیے:

ع: ضرورت پیار کی ہو اس وقت پھر مسکرانا ہے(۴۰)

''وقت'' کو ''وقَت'' باندھنا مقامی لہجے کی خاص تاثیر ہے۔

ع: ورنہ ہر اک کام کے ہیں معاوضے بڑھنے لگے (۴۱)

''معاوضے'' کو ''ماوضے'' باندھنا بھی مقامی اردو لہجے کا اثر ہے۔

افضل روش کے ہاں بھی اس کی ایک دو مثالیں مل جاتی ہیں:

ع: آپ کا چہرہ تو تھا صاف و شفاف (۴۲)

''شفّاف'' کو ''شفَاف'' برتنا بھی مقامی اردو کا لہجہ ہے۔

بے وزن اشعار:

بلتستان کے شعرا کے ہاں بھی کچھ مصرعے بے وزن ملتے ہیں مگر ان کی مثالیں زیادہ نہیں ملتیں:

احسان دانش کا درجہ ذیل مصرعہ کسی مستعملہ بحر میں نہیں

ع: امبڑک اور چھے برنجی کی بنیادیں پڑیں(۴۳)

اس غزل کے اکثر اشعار کسی مستعملہ بحر میں نہیں

ع: اک تم ہو تمہیں ان سے ملاقات چاہیے (۴۴)

ان مصرعوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علمِ عروض سے آگہی شعرا کے لیے کتنی اہم ہے۔ یہ اغلاط شعرا کے علمِ عروض اوراس کے قواعد سے آگہی کی کمی کا ثبوت ہیں۔

د: گلگت اور بلتستان کے منتخب شعرا کے عروضی اشتراکات وافتراقات اوران کے اسباب

گلگت اور بلتستان کے منتخب شعرا کے کلام کے تجزیے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ دونوں خطوں کے شعرا کے ہاں عروضی اشتراکات ہیں جن کی تفصیل درجہ ذیل ہے:

عروضی اشتراکات:

۱۔ دونوں خطوں کے منتخب اردو شعرا کے عروضی مطالعے سے معلوم پڑتا ہے کہ دونوں خطوں کے شعرا کا انتخابِ بحور ایک جیسا ہے۔ جو بحور شعرائے گلگت نے پسند کی ہیں اور کثرت سے برتی ہیں وہی بحور بلتستان کے شعرا کے ہاں بھی مقبول نظر آتی ہیں۔

۲۔ اسی طرح جو بحور گلگت کے شعرا نے خال خال برتی ہیں وہی بحور بلتستان کے شعرا نے بھی چنداں پسند نہیں کیں۔

۳۔ اشتباہِ عروضی کا جائزہ لینے پر یہ بات سامنے آئی کہ وہ بحور جن کے آہنگ کو سمجھنے میں گلگت کے شعرا کو تساہل یا اشتباہ ہوا کم و بیش انہیں بحور میں بلتستان کے شعرا بھی مشکل میں نظر آئے۔ البتہ اس حوالے سے مجموعی طور پر بلتستان کے شعرا کا عروضی شعور قدرے بہتر نظر آیا۔

۴۔ عروضی اسقام کے تجزیے سے یہ بات واضح ہوئی کہ دونوں خطوں کے شعرا نے ایک جیسی اغلاط برتی ہیں جن میں حروف کا ناجائز سقوط، حروف کا خلافِ قاعدہ تحرک اور بعض الفاظ کا غلط تلفظ برتنا شامل ہیں۔

۵۔ دونوں خطوں کے شعرا نے اگرچہ مربع، مسدس اور مضاعف اوزان برتے ہیں مگر کوئی عروضی انحراف یا تجربہ دیکھنے کو نہیں ملتا۔

۶۔دونوں علاقوں کے شعرا نے کچھ مصرعے بے وزن بھی کہے ہیں جو مستعملہ بحور میں نہیں۔یا پھر جزوی اشتباہ کیا ہے کی کسی بحر کے کسی ایک یا دو ارکان میں دوسری بحر کے ارکان کا وزن برت دیا ہے۔۔جیسے فعولن کی جگہ فاعلن وغیرہ۔

ان تمان اشتراکات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کی گلگت اور بلتستان کے اردو شعرا کے عروضی رجحانات،اسقام اور ان کا عروضی شعور تقریباً ایک ہی سطح کا ہے۔

اسباب:

ا۔ان اشتراکات کے اسباب پر بات کی جائے تو سب سے پہلے یہ بات سمجھنے کی ہے کہ یہ دونوں خطے کئی حوالوں سے یکسانیت رکھتے ہیں۔دونوں کا جغرافیہ،تاریخ،تہذیب وتمدن،مذہب،سیاسی وسماجی حالات اور اردو زبان وادب سے تعارف کی تاریخ ایک جیسی ہے۔ایسے میں یہ بات بدیہی ہے کہ ان خطوں کے شعرا وادابا کے فکری موضوعات اور فنی رجحانات بھی یکسانیت رکھتے ہوں۔

۲۔دوسری بات یہ کہ ان خطوں میں اردو شاعری کی ترویج وارتقا میں ملک کے دوسرے خطوں سے آنے والے ادب پرور سرکاری ملازمین کا بڑا ہاتھ رہا ہے گویا ان دونوں علاقوں میں ابتدائی شعری نقوش کی تشکیل میں ایک ہی ہاتھ نمایاں ہے یا یوں کہنا بے جا نہ ہوگا کہ دونوں ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں۔ایسے میں ایک ہی طرح کے ادبی وشعری شعور کی تربیت ہونا اچھنبے کی بات نہیں جس کا مظاہرہ اس تحقیق میں بھی جھلک رہا ہے۔

۳۔دونوں خطوں کی جغرافیائی قربت کے سبب،قریبی روابط اور ذہنی وجذباتی قربت بھی ان خطوں کے شعرا کو ایک ہی دبستان سے جوڑتی ہے جو اگرچہ ابھی تک تشکیل نہیں پایا مگر تشکیل کے مرحلوں میں ضرور ہے۔

۴۔دونوں خطے معاصر ادبی وشعری روایت سے متاثر ہیں اور اسی کی تقلید میں چل رہے ہیں یہ بھی ان خطوں کے شعرا کی یکساں پسند ناپسند کی ایک وجہ ہے کہ دونوں نے اپنا آئیڈیل ایک ہی چن رکھا ہے۔

عروضی افتراقات:

جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ گلگت اور بلتستان کے شعرا کے تجزیے سے اشتراکات تو سامنے آئے مگر قابلِ ذکر افتراقات نظر نہیں آتے۔ جس کے اسباب سطورِ بالا میں تحریر کر دیے گئے ہیں۔

۱۔ شعرائے گلگت کی نسبت بلتستان کے شعرا کی گرفت بحور کے آہنگ پر بہتر معلوم ہوتی ہے۔ جس کی دلیل بحور کے آہنگ میں کم اشتباہ کا شکار ہونا ہے۔

۲۔ شعرائے گلگت کے ہاں عروضی اسقام بلتستان کے شعرا کے مقابلے میں قدرے زیادہ ہیں۔

۳۔ جدید شعری رجحانات و موضوعات بلتستان کے شعرا کی نسبت گلگت کے شعرا کے ہاں زیادہ نظر آتے ہیں۔

۴۔ عروضی شعور دونوں خطوں کے شعرا مماثل رکھتے ہیں البتہ باریک تجزیہ کیا جائے اور تقابل ناگزیر ہو تو بحور کے آہنگ پر گرفت اور قدرے کم اسقام کی بنیاد پر مجموعی طور پر اس تحقیق میں شامل شعرائے گلگت کی نسبت بلتستان کے شعرا کے عروضی شعور کو بہتر قرار دیا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱: تقی عابدی ،ڈاکٹر،رموزِ شاعری،القمر انٹر پرائزز،اردو بازار،لاہور،طبعِ اول ۲۰۰۳ء،ص ۲۲

۲:ذوالفقار احسن،تنقیدی افق،نقش گر،راولپنڈی،۲۰۱۴ء،ص۱۹

۳:آزاد،محمد حسین،آبِ حیات،نول کشور پرنٹنگ ورکس،لاہور،۱۹۰۷ء،ص۲۴۹

۴: نحوی،اکبر حسین،حرفِ رفو،الجواد پرنٹرز،راولپنڈی،۲۰۱۶ء،ص۲۰۸

۵:ایضاً

۶: ایضاً ،ص۵۲

۷: ایضاً ،ص۲۳۶

۸ : طارق،خوشی محمد،خواب کے زینے،ایس ٹی پرنٹرز،راولپنڈی،۲۰۰۰ء،ص۱۱۷

۹: ایضاً

۱۰ :مشتاق،حبیب الرحمٰن،کوئی موجود ہونا چاہتا ہے،نوید حفیظ پریس لاہور،۲۰۱۲ء،ص۵۹

۱۱: ایضاً ،ص۶۰

۱۲:نحوی، اکبر حسین،حرفِ رفو ،ص۱۳۱

۱۳: ایضاً ،ص۲۲۷

۱۴: طارق،خوشی محمد،خواب کے زینے،ص۹۹

۱۵: ضیا،محمد امین،سروشِ ضیا،ایس ٹی پرنٹرز،راولپنڈی،۲۰۱۰ء،ص۴۰

۱۶: ایضاً ،ص۶۴

۱۷: ایضاً ،ص۵۷

۱۸ : طارق،خوشی محمد،خواب کے زینے،ص۱۱۷

۱۹: نحوی،اکبر حسین، حرفِ رفو ،ص۲۰۴

۲۰: ضیا،محمدامین، سروشِ ضیا ،ص۱

۲۱: نحوی،اکبر حسین، حرفِ رفو،ص۲۰۸

۲۲: ایضاً ،ص۵۳

۲۳: ایضاً ،ص۵۴

۲۴: طارق،خوشی محمد،خواب کے زینے،ص۸۵

۲۵: ایضاً ،ص۸۵

۲۶:ضیا، محمدامین، سروشِ ضیا ،ص۲

۲۷: ایضاً ،ص۳

۲۸: دانش،احسان علی،ساحلِ مراد، شگری پرنٹنگ سروسز،راولپنڈی،۲۰۱۸ء،ص۴۳

۲۹: ایضاً ،ص۱۵۸

۳۰: ایضاً ،ص۱۷۸

۳۱: ایضاً

۳۲: ایضاً ،ص۱۸۰

۳۳: ایضاً

۳۴: روش محمد افضل، دردِ پا،احمد پرنٹنگ پریس سرکلر روڈ بنی چوک، راولپنڈی ۲۰۰۴ء، ص ۱۲۵

۳۵: ایضاً ،ص۴۹

۳۶: عاشق، عاشق حسین ،گمشدہ خواب، حاجی حنیف پرنٹرز، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص۱۰۵

۳۷: دانش، احسان علی، ساحلِ مراد، ص۱۹۲

۳۸: ایضاً ،ص۱۲۶

۳۹: روش، محمد افضل، دردِ پا، ص۱۰۹

۴۰: دانش ،احسان علی، ساحلِ مراد ،ص۱۴۷

۴۱: ایضاً ،ص۱۶

۴۲:افضل روش، دردِ پا ،ص۱۱۲

۴۳: دانش، احسان علی، ساحلِ مراد ،ص۹۳

۴۴: ایضاً ،ص۳۹

باب پنجم

ماحصل

الف: مجموعی جائزہ

فطرت نے انسان کو دیگر موجودات وحیوانات کی نسبت عمیق اور وسیع احساسات وجذبات عطا کیے ہیں۔ تجسس کا مادہ بھی انسان کو اتم عطا ہوا ہے۔ انسان کی ازلی خواہش نہ صرف اپنے جذبات واحساسات کا دیگر انسانوں تک پہنچانا ہے بلکہ دیگر انسانون کے احوال سے واقفیت حاصل کرنا بھی ہے۔ محققین کے نزدیک یہی خصوصیات تھیں کہ جنھوں نے انسان کو زبان کی ایجاد پر مجبور کیا۔ زبان انسان کا وسیلۂ اظہار بنی تو انسان نے اس وسیلے کو اور پُر اثر وجاذب بنانے کے لیے اس کے مختلف اسالیب وضع کیے۔ ان پُر تاثیر اسالیب میں سے ایک شاعری ہے۔

شاعری عہدِ قدیم سے ہی انسان کا ایک حسین ترین وسیلۂ اظہار رہی ہے۔ قدیم یونان، روم، عرب اور دیگر تہذیبوں نے اس وسیلے سے خاطر خواہ فیض اٹھایا ہے اور اٹھا رہی ہیں۔ اگرچہ ہر تہذیب نے اس کے سانچے اور پیمانے اپنی زبان کے مزاج کے مطابق مختلف بنائے ہیں۔

عربوں نے اپنی شاعری کی جانچ کے پیمانے عروض کے نام سے وضع کیے تو ہندی میں پنگل اور انگریزی میں "prosody" کہلائے۔

تاریخ شاہد ہے کہ مختلف اقوام متفرق وجوہات کی بنا پر دیگر اقوام پر قابض ہوتی آئی ہیں اور اس کے علاوہ بھی اقوامِ عالم کا ایک دوسرے سے تعارف وارتباط کسی نہ کسی طور ہوتا آیا ہے۔ اس اختلاط وارتباط کے نتیجے میں مختلف اقوام میں علوم وفنوں اور دیگر تہذیبی وتمدنی عناصر کا تبادلہ بھی ہوتا رہا ہے۔

اسی طرح اسلام جب جزیرہ نمائے عرب سے دیگر خطوں کی طرف خروج کرتا ہے تو مذہب کے ساتھ ساتھ علوم و فنون اور اپنے تہذیبی ورثے کے نقوش بھی ان خطوں میں ثبت کرتا جاتا ہے۔ اسلام فارس میں پھیلتا ہے تو عقائد اور دیگر علوم

وفنون کے ساتھ ساتھ علمِ عروض کی منتقلی بھی وقوع پاتی ہے۔اہلِ فارس اپنی زبان کے مزاج کے مطابق اس میں سے ردو قبول کرتے ہیں اور پایانِ کار اپنا ایک عروضی نظام وضع کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں جو اسی عربی عروض ہی کی ایک شکل ہوتا ہے۔

فارسی حکمرانوں کے توسط سے ہندوستان میں فارسی زبان کا چلن ہوتا ہے تو اس زبان کے ہمراہ علمِ عروض بھی یہاں وارد ہوتا ہے اور یہاں کے شعرا اس میں گہری دلچسپی لیتے ہیں۔اردو کے قلعے کی زبان بن جانے کے بعد رفتہ رفتہ اردو شعری زبان بھی بن جاتی ہے تو شاعری کے ہی پیمانے یعنی عروض اس کی اساس بن جاتا ہے۔اردو شعرا بھی اپنی زبان کے مزاج کے مطابق اس میں کانٹ چھانٹ کرتے ہیں اور یہ باقاعدہ یہاں کا شعری جانچ کا پیمانہ بن جاتا ہے۔اگرچہ بعدازاں عروض کو درآمد شدہ اور ہندی پنگل کو دھرتی کی پیداوار قرار دیگر یہ کاوشیں بھی کی گئیں کی عروض کی بجائے پنگل کے اوزان میں شعر کہے جائیں اور تجربات بھی کیے گئے مگر تاحال یہ کاوشیں کامیاب نہیں ہو سکیں۔

عربی یا فارسی عروض کے اردو زبان میں اس قدر پیوست ہونے کے اسباب میں اہم ترین سبب یہ ہے کہ اردو کا خمیر زیادہ تر انہی زبانوں سے اٹھا ہے، رسم الخط بھی انہی سے مستعار ہے اور حتیٰ کہ زبان کے اکثر قواعد بھی۔پس اردو ان زبانوں کی قدرے ہم مزاج بن جاتی ہے جس کے سبب اردو کو ان زبانوں سے علوم وفنوں کو جذب کر لینا زیادہ مشکل نہیں رہتا۔دوسرا اہم سبب ان خطوں کے مذہبی طور پر مربوط ہونے کا بھی ہے کہ خطۂ ہندوستان اسلام اور اسلامی تہذیب اپنانے کے باعث عرب اور فارس کے اور قریب تر ہو جاتا ہے۔

اردو ادب میں جدید شعری اسالیب کی آمد کے بعد ہر چند کہ عروض کو پہلے جیسی اعتنا کی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا اور اکثر شعرا اس علم اور اس کی مبادیات و قواعد سے نابلد ہوتے ہیں مگر اس کی اہمیت وافادیت اب بھی مسلم ہے۔کیونکہ اب تک اردو میں عروض کا کوئی متبادل خاطر خواہ نظر نہیں آتا کہ جو اس کی جگہ لے سکے۔شاعری کی تخلیق میں ہر چند تخلیق کار کو جتنی آزادی دی جائے مگر آخر کار اس کی جانچ کا کوئی پیمانہ کوئی اصول تو درکار ہو گا۔دنیا کا کوئی بھی فن، کوئی بھی علم ہو اس کے کچھ اصول اور کچھ ضوابط ضرور ہوتے ہیں۔

اس مقالے میں گلگت اور بلتستان کے منتخب شعرا کو اسی شعری پیمانے یعنی عروض کی میزان میں تولا گیا ہے۔ جس کے لیے دونوں خطوں کے پانچ پانچ مستند اور معروف شعرا کو ان کی مقبولیت اور جغرافیے کو مدِ نظر رکھ کر منتخب کیا گیا۔ اس مقالے کا مقصد ان خطوں کے شعرا کی فنی صلاحیت کی پرکھ کے ساتھ ساتھ قومی سطح پر ان دور افتادہ علاقوں کے شعرا کا تعارف اور ان کی کاوشوں کو عصری شعری روایت کے تناظر میں دیکھنا بھی تھا۔ ساتھ ہی ان خطوں میں جہاں ادبی تنقید، جس کا یہاں عملاً سرے سے وجود ہی نہیں، کی طرف ایک ابتدائی قدم بڑھانا اور اس کی روایت ڈالنے کی ایک ادنیٰ سی کاوش بھی مقالے کے عمومی مقاصد میں شامل تھی۔ کیونکہ تنقید اور صحت مند تنقید کے بغیر توانا ادب کی تخلیق تقریباً ناممکن ہے۔

اس مقالے کے پہلے باب میں علمِ عروض کا تعارف اور اس کی مبادیات کا بیان کیا گیا۔ خطۂ عرب میں علمِ عروض کی ابتدا سے اس کے فارس اور ہندوستان تک کے سفر کا مختصر احوال پیش کیا گیا ہے اور اس دوران میں اس میں ہونے والے تغیرات کو بھی مختصراً احاطۂ تحریر میں لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

دوسرے باب میں گلگت کے منتخب صاحبِ کتاب اردو شعرا کا مختصر تعارف اور ان کی منتخب کتب کا مکمل عروضی مطالعہ کیا گیا ہے اور اس کی تقسیم کتاب میں مستعملہ بحور کے حساب سے کی گئی ہے۔ ہر بحر پر لکھے گئے کلام کی پیش کش کے بعد اس سرزد ہونے والے اسقام وانحرافات پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

شعرائے گلگت میں سب سے زیادہ عروضی اسقام ''حرف رفو'' کے خالق ''اکبر نحوی'' کے ہاں نظر آتی ہیں۔ ان اسقام کی نوعیت کہیں بنیادی ہے اور کہیں ثانوی۔ بنیادی اغلاط میں مماثل بحور کے اوزان میں دھوکہ کھا جانا اور دو بحور کو باہم ملا دینا ہے۔ اور ثانوی اسقام میں عروضی قواعد کے خلاف حروف کا سقوط، تحرک اور تلفظ برتنا ہے۔ اس کے علاوہ شاعر نے اردو کا مقامی لہجہ بھی برتا ہے جس کے سبب کئی الفاظ کا غلط تلفظ استعمال کیا ہے۔ نحوی کے ہاں چند بے وزن مصرعے بھی ملتے ہیں۔ نحوی کی برتی گئیں تمام بحور اردو میں کثرت سے مستعمل ہیں۔ کوئی نایاب یا کم یاب بحر نحوی نے نہیں برتی۔

امین ضیا کے ہاں اگرچہ بحور کے آہنگ میں اختلاط کا مسئلہ نظر نہیں آتا مگر دیگر اغلاط جیسے حروف کو عروضی قواعد کے خلاف گرا دینا یا ساکن حروف کو متحرک کر دینا وغیرہ کثرت سے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ کہیں کہیں مقامی اردو کا لہجہ برتا ہے اور

الفاظ کا غلط تلفظ استعمال کیا ہے۔اس کے علاوہ بے وزن مصرعے بھی ان کے ہاں مل جاتے ہیں۔امین ضیا نے بھی اردو میں معروف بحور پر ہی اکتفا کیا ہے اور کوئی عروضی تجربہ نظر نہیں آتا۔

خوشی محمد طارق نے بحور و اوزان میں تساہل تو نہیں کیا مگر کچھ اوزان کے سمجھنے میں بالکل ناکام ہوئے ہیں۔اس کے علاوہ ان کے ہاں بھی خلافِ قاعدہ حروف کے اسقاط اور متحرک کرنے کی مثالیں جا بجا ملتی ہیں۔الفاظ کا غلط تلفظ بھی بار ہا برتا ہے۔ان کا دائرہ تخلیق بھی معروف بحور و اوزان تک ہی محدود رہا ہے۔

حبیب الرحمٰن مشتاق نے بھی ایک دو بحور کے اوزان میں اشتباہ کیا ہے اور انہیں باہم ملا دیا ہے۔مذکورہ بالا شعرا کی نسبت ان کا عروضی شعور پختہ نظر آتا ہے کہ انہوں نے دیگر اغلاط بہت کم کی ہیں، بے وزن اشعار بالکل نہیں۔مشتاق بھی اردو کی معروف بحور تک محدود رہے ہیں اور کوئی عرضی تجربہ ان کے ہاں بھی نظر نہیں آتا۔

احسان شاہ مقالے کے منتخب شعرائے گلگت میں عروضی شعور کے حوالے سے سب سے پختہ تخلیق کار ثابت ہوئے ہیں۔ان کے بحور کے آہنگ میں کہیں تساہل یا اشتباہ دیکھنے کو نہیں ملتا۔سقوطِ حروف یا تحرکِ حروف کی اغلاط سے بھی مبرا ہیں اور ان کے ہاں کوئی بے وزن مصرع بھی نظر نہیں آتا۔مقامی اردو لہجے نے بھی ان کو متاثر نہیں کیا۔

مقالے کے باب سوم بلتستان کے شعرا کے عروضی مطالعے سے متعلق ہے۔باب کی ترتیب دوسرے باب کی طرح ہی ہے۔بلتستان کے بھی پانچ شعرا اس تحقیق کے لیے منتخب کیے گئے تھے۔

شعرائے بلتستان میں احسان دانش کے ہاں سب سے زیادہ عروضی مسائل دیکھنے کو ملتے ہیں۔ان کے ہاں بحور کے آہنگ میں اشتباہ اور مختلف اوزان کو ملا دینے کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔اس کے علاوہ حروف کا ناجائز سقوط اور ساکن حروف کا خلافِ قاعدہ تحرک کثرت سے دیکھنے کو ملتا ہے۔مقامی اردو لہجے کا اثر بھی نظر آتا ہے۔بے وزن اشعار بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ان کے ہاں بھی کوئی عروضی تجربہ نہیں ملتا۔

افضل روش کے ہاں اگرچہ بحور کے درمیان تساہل نہیں ملتا مگر ساکن حروف کو خلافِ قاعدہ متحرک کرنے کا رجحان بہت ملتا ہے جس کا اہم سبب مقامی اردو کا لب ولہجہ ہے۔اس کے علاوہ غلط سقوطِ حروف کی مثالیں بھی نظر آتی ہیں۔روش بھی اردو میں مستعملہ معروف بحور و اوزان تک ہی محدود رہے ہیں۔کوئی کمیاب بحر نہیں آزمائی۔

عاشق حسین عاشق نسبتاً عروضی شعور کی پختگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ان کے ہاں آہنگ کے مسائل دیکھنے کو نہیں ملتے۔خلافِ اصول سقوطِ حروف بھی خال خال نظر آتا ہے۔مقامی اردو کا لب ولہجہ ان کو متاثر نہیں کرتا۔انہوں نے بھی نایاب اوزان نہیں برتے اور نہ ہی کوئی تجربہ دیکھنے کو ملتا ہے۔

اسد زیدی (مرحوم) اگرچہ بلتستان کے ابتدائی اردو شعرا میں سے تھے۔مگر حیرت انگیز طور پر عروضی اعتبار سے اپنے بعد آنے والے شعرا سے بھی بہتر نظر آتے ہیں۔ان کے ہاں عروضی تساہل، ناجائز سقوطِ حروف جیسی اغلاط بالکل نہیں ملتیں۔اور دونوں خطوں کے واحد شاعر ہیں جن کے ہاں ایک کم یاب وزن بھی ملتا ہے۔اس لحاظ سے انہیں عروضی شعور کے لحاظ سے بلتستان کا سب سے پختہ کار اردو شاعر کہا جا سکتا ہے۔

ذیشان مہدی نئی نسل کے ابھرتے ہوئے شعرا میں سے ہیں اور دونوں خطوں میں معروف ہیں۔ان کے کلام میں بھی عروضی اعتبار سے اغلاط نہیں ملتیں۔مگر ان کی تخلیق کا دائرہ بھی معروف بحور تک ہی محدود ہے۔

ب: تحقیقی نتائج:

اس تحقیق کے نتائج درجہ ذیل ہیں:

۱۔ گلگت اور بلتستان کے شعرا کا عروضی شعور بہت گہرا نہ سہی مگر ان خطوں کی قومی دھارے سے دوری اور اردو زبان و ادب سے نو متعارف ہونے کے باوجود قابلِ تعریف ضرور ہے۔اور یہ شعور بتدریج گہرا ہوتا نظر آتا ہے۔

۲۔ دونوں خطوں کے شعرا عروض سے گہری آشنائی نہ ہونے کے باوجود اسے اہمیت دیتے ہیں اور اس کے قواعد کو ملحوظ رکھنے کی سعی کرتے ہیں اور یہ کاوش وقت کے ساتھ سنجیدہ تر ہو رہی ہے۔

۳۔ یہاں کے شعرا کے ہاں بنیادی نوعیت کے عروضی اسقام بہت کم ہیں۔ البتہ ثانوی نوعیت کے اسقام قدرے زیادہ نظر آتے ہیں۔ ان اسقام میں اردو کے مقامی لب و لہجے کا اثر بھی نظر آتا ہے۔

۴۔ ان علاقوں کے شعرا کے کلام میں موجودہ شعری روایت میں مستعملہ تقریباً تمام اوزان نظر آتے ہیں جو ان کے عصری اردو ادب سے لگاؤ اور آشنائی کو ظاہر کرتا ہے۔

۵۔ گلگت اور بلتستان کے شعرا کے ہاں وہی بحور اور اوزان پسندیدہ قرار پائے ہیں جو اپنی چستی اور روانی کے باعث اردو کی شعری روایت میں بھی مقبول رہے ہیں۔ اور وہ اوزان جو قدرے بوجھل ہیں اور روایت میں کم مستعمل رہے ہیں، یہاں بھی کم نظر آتے ہیں۔

۶۔ یہاں کے شعرا نے کوئی عروضی تجربہ یا انحراف تو نہیں کیا مگر اوزان کو مربع، مسدس اور مضاعف صورتوں میں ضرور برتا ہے جو عروضی انحرافات و تجربات کی طرف رہنمائی کر سکتا ہے۔

۷۔ بلتستان میں ایک دو اوزان ایسے برتے گئے ہیں جو فارسی سے مخصوص اور اردو میں نایاب ہیں۔ ان کی موجودگی بلتستان کی جدید اردو شعری روایت پر یہاں کی قدیم بلتی شعری روایت کے اثر کی طرف ایک خفیف سا اشارہ ہے۔

۸۔ گلگت کے منتخب شعرا کی نسبت بلتستان کے منتخب شعرا کے ہاں بحور کے آہنگ میں تساہل کم نظر آتا ہے۔ دیگر عروضی اغلاط و اسقام کا بھی یہی حال ہے۔

ج: سفارشات:

اس تحقیقی مقالے روشنی میں مندرجہ ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ گلگت بلتستان کی نسبتاً نوزائدہ شعری روایت پر فکری و فنی حوالوں سے تنقید نہیں ہوئی۔ ان خطوں کی شعری روایت کو معیاری سمت دینے کے لیے ضروری ہے کہ یہاں کی اردو شاعری پر فکری و فنی حوالوں سے تنقید کی جائے۔ تنقید کے بغیر کسی بھی خطے کے ادب کے مثبت سمت میں پرواز چڑھنے کے امکانات کم تر رہ جاتے ہیں۔

۲۔ دونوں خطوں کی شاعری پر مقامی اردو لہجے کا خاصا اثر دیکھنے کو ملتا ہے اور یہ مقامی لہجہ یقیناً مقامی زبانوں کی یہاں کی اردو پر اثر پزیری کے باعث پیدا ہوا ہے۔ اس موضوع پر کم از کم ایم۔فل کی سطح کا مقالہ تحریر کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ گلگت اور بلتستان کے خطے اپنے قدرتی حسن کی بدولت جنت نظیر کہلاتے ہیں۔ یہاں کے شعرا نے اس حسنِ فطرت کو اپنے اشعار میں سمونے کی بھرپور سعی بھی کی ہے۔ گلگت بلتستان کے شعرا کی فطرت نگاری ایک تحقیقی سطح کا موضوع قرار دیا جا سکتا ہے۔

۴۔ یہ خطے شیعہ اکثریتی علاقے ہونے کے سبب امام حسینؓ، واقعہ کربلا اور تمام ائمہؑ اہلبیت سے خاص عقیدت رکھتے ہیں۔ یہاں کی علمی و ادبی محافل کا ایک اہم جزو مرثیہ و منقبت خوانی ہے۔ اس لیے یہاں کی رثائی اور مدحیہ شاعری پر جامعاتی سطح کے تحقیقی مقالے لکھے جا سکتے ہیں۔

۵۔ گلگت بلتستان اب تک آئینی طور پر ملکِ عزیز کا حصہ نہیں بن پایا۔ اس کے سبب یہاں کے باشعور افراد میں ایک بے چینی ہمیشہ سے پائی جاتی ہے۔ شعرا معاشرے کا حساس طبقہ ہوتا ہے لہٰذا گلگت بلتستان کے شعرا کے ہاں بھی یہ اضطراب موجود ہے جو باغیانہ اور انقلابی فکر کی صورت ان کی شاعری سے چھلکتا ہے۔ یہ موضوع بھی جامعاتی تحقیق کے پورے امکانات رکھتا ہے۔

۶۔ تحقیق کے دوران یہ بات بھی سامنے آئی کہ یہاں کے شعرا زبان و بیان کی مہارتوں سے بے بہرہ نہیں۔ بلکہ یہاں کی اردو شاعری اس علاقے کی منفرد تاریخ، تہذیب اور جغرافیے کے سبب نادر تشبیہات و استعارات سے بھی مزین ہے۔ گلگت بلتستان کی شاعری پر بیان و بدیع کے حوالوں سے بھی تحقیق کام کیا جا سکتا ہے۔

کتابیات

بنیادی ماخذ:

الف: شعری مجموعے:

احسان شاہ، مرا خواب زیرِ چراغ تھا، ہنی سار پبلیشنگ نیٹ ورک، گلگت بلتستان، ۲۰۰۵

دانش، احسان علی، ساحلِ مراد، شگری پرنٹنگ سروسز، راولپنڈی، ۲۰۱۸ء

ذیشان، مہدی، نئے خواب کی خواہش، بزم علم و فن سکردو، جنوری ۲۰۰۱ء

روش، محمد افضل، دردِ پا، احمد پرنٹنگ پریس سرکلر روڈ بنی چوک، راولپنڈی ۲۰۰۴ء

زیدی، سید اسد، رنگِ شفق، الیاس پرنٹرز راولپنڈی، ۱۹۸۶ء

ضیا، محمد امین، سروشِ ضیا، ایس ٹی پرنٹرز، راولپنڈی، ۲۰۱۰ء

طارق، خوشی محمد، خواب کے زینے، ایس ٹی پرنٹرز، راولپنڈی، ۲۰۰۰ء

عاشق، عاشق حسین، گمشدہ خواب، حاجی حنیف پرنٹرز، لاہور، ۲۰۱۴ء

مشتاق، حبیب الرحمٰن، کوئی موجود ہونا چاہتا ہے، نوید حفیظ پریس لاہور، ۲۰۱۲ء

نحوی، اکبر حسین، حرفِ رفو، الجواد پرنٹرز، راولپنڈی، ۲۰۱۶ء

ثانوی ماخذ:

الف: کتابیں

آزاد، محمد حسین، آبِ حیات، نول کشور پرنٹنگ ورکس، لاہور، ۱۹۰۷ء

اسلم ضیاء، ڈاکٹر، علمِ عروض اور اردو شاعری، ایس ٹی پرنٹرز، راولپنڈی، ۱۹۹۷ء

بلگرامی ،سید غلام حسنین قدر، قواعد العروض، لکھنؤ: مطبع شام اودھ، ۱۳۰۰ھ

بیگم، صغیر النساء، غزلیاتِ غالب کا عروضی تجزیہ، یونائیٹڈ پروسس، نئی دہلی، ۱۹۸۴ء

تقی عابدی، ڈاکٹر، رموزِ شاعری، القمر انٹرپرائزز، اردو بازار، لاہور، طبعِ اول ۲۰۰۳ء

عظمیٰ سلیم، ڈاکٹر، شمالی علاقہ جات میں اردو زبان وادب، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۸

چنگیزی، یاس یگانہ، چراغِ سخن، لاہور، مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۹۶ء

حسرت، محمد حسن، تاریخِ ادبیاتِ بلتستان، محبوب عالم پبلیکیشنز، راولپنڈی، ۱۹۹۲ء

ذوالفقار احسن، تنقیدی افق، نقش گر، راولپنڈی، ۲۰۱۴ء

رامپوری، نجم الغنی، بحر الفصاحت (حصہ دوم: علمِ عروض)، لاہور مجلسِ ترقی ادب، ۲۰۰۱ء

سوپوری، شفق، کلامِ فیض کا عروضی مطالعہ، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دلی، ۲۰۱۲ء

سوزن بیسنٹ، تقابلی ادب ایک تنقیدی جائزہ، مترجم: توحید احمد، یورپ اکادمی اسلام آباد، ۲۰۱۵ء

شیرانی ،حافظ محمود، مقالاتِ حافظ محمود شیرانی، جلد پنجم، تنقیدِ شعر العجم، مرتبہ مظہر محمود شیرانی، مجلسِ ترقی ادب، کلب روڈ، س۔ن

صہبائی،امام بخش، حدائق البلاغت، کانپور، منشی نول کشور، ۱۸۸۷ء

ضیاء، محمد اسلم، علمِ عروض اور اردو شاعری، مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد، ۱۹۹۷ء

عظمت اللہ خاں، سریلے بول، مکتبہ جامعہ لمٹیڈ، نئی دہلی، ۲۰۰۳ء

فاروقی، شمس الرحمٰن، عروض آہنگ اور بیان، کتاب نگر، لاہور، ۱۹۷۷ء

ممتاز منگلوری،ڈاکٹر، مختصر تاریخِ زبان وادب گلگت بلتستان، مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد، ۲۰۰۵ء

نادرہ زیدی،تاریخِ ادبیاتِ مسلمانانِ پاک وہند، س۔ن

ناگ پوری ، شارق جمال، عروض میں نئے اوزان کا وجود، ناگ پور،ادارۂ غالب، ۱۹۹۱ء

ب: لغات

سید احمد، دہلوی، فرہنگِ آصفیہ (جلد سوم)،لاہور،اسلامیہ پریس، ۱۸۹۸ء

شان الحق حقی، فرہنگِ تلفظ،اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۲ء

فیروزالدین، مولوی، فیروزالغات، لاہور، فیروز سنز لمٹیڈ، ۱۹۷۵ء

محمد عبداللہ خویشگی، فرہنگِ عامرہ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء

5:The concise oxford dictionary of literary terms,chris baldick,new york:oxford university press,2001

ج: رسائل وجرائد

الیاس عشقی، فارسی ادب کے پچیس سال، ساقی، کراچی، جوبلی نمبر، ۱۹۵۵ء

برچہ، شیر باز علی، مجلہ کاروان، س۔ن

سلیم جعفر، گاتھا کا عروض، زمانہ، جنوری ۱۹۴۲ء

د: غیر مطبوعہ مقالات

عابد حسین، گلگت بلتستان میں اردو شاعری: تجزیاتی مطالعہ (مقالہ ایم فل)، نمل یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء